दिनियात भाषा

कक्षा ७

नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

प्रकाशक : नेपाल सरकार

शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय

पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

सानोठिमी, भक्तपुर

© सर्वाधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

यस पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी सम्पूर्ण अधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र सानोठिमी, भक्तपुरमा निहित रहेको छ । पाठ्यक्रम विकास केन्द्रको लिखित स्वीकृतिबिना व्यापारिक प्रयोजनका लागि यसको पुरै वा आंशिक भाग हुबहु प्रकाशन गर्न, परिवर्तन गरेर प्रकाशन गर्न, कुनै विद्युतीय साधन वा अन्य प्रविधिबाट रेकर्ड गर्न र प्रतिलिपि निकाल्न पाइने छैन ।

प्रथम संस्कण : वि.सं. २०७८

मुद्रण :

मूल्य :

पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी पाठकहरूका कुनै पनि प्रकारका सुझावहरू भएमा पाठ्यक्रम विकास केन्द्र, समन्वय तथा तथा प्रकाशन शाखामा पठाइदिनुहुन अनुरोध छ । पाठकबाट आउने सुझावहरूलाई केन्द्र हार्दिक स्वागत गर्दछ ।

हाम्रो भनाइ

पाठ्यक्रम शिक्षण सिकाइको मूल आधार हो । पाठ्यपुस्तक विद्यार्थीमा अपेक्षित दक्षता विकास गर्ने एक मुख्य साधन हो । यस पक्षलाई दृष्टिगत गर्दै पाठ्यक्रम विकास केन्द्रले विद्यालय शिक्षालाई व्यावहारिक, समयसापेक्ष र गुणस्तरीय बनाउने उद्देश्यले पाठ्यक्रम तथा पाठ्यपुस्तकको विकास तथा परिमार्जन कार्यलाई निरन्तरता दिँदै आएको छ । आधारभूत शिक्षाले बालबालिकामा आधारभूत साक्षरता, गणितीय अवधारणा र सिप एवम् जीवनोपयोगी सिपको विकासका साथै व्यक्तिगत स्वास्थ्य तथा सरसफासम्बन्धी बानीको विकास गर्ने अवसर प्रदान गर्नुपर्छ । आधारभूत शिक्षाका माध्यमबाट बालबालिकाहरूले प्राकृतिक तथा सामाजिक वातावरणप्रति सचेत भई अनुशासन, सदाचार र स्वावलम्बन जस्ता सामाजिक एवम् चारित्रिक गुणको विकास गर्नुपर्छ । यसले विज्ञान, वातावरण र सूचना प्रविधिसम्बन्धी आधारभूत ज्ञानको विकास गराई कला तथा सौन्दर्यप्रति अभिरुचि जगाउनुपर्छ । शारीरिक तन्दुरुस्ती, स्वास्थ्यकर बानी एवम् सिर्जनात्मकताको विकास तथा जातजाति, धर्म, भाषा, संस्कृति, क्षेत्रप्रति सम्मान र समभावको विकास पनि आधारभूत शिक्षाका अपेक्षित पक्ष हुन् । देशप्रेम, राष्ट्रिय एकता, लोकतान्त्रिक मूल्यमान्यता तथा संस्कार सिकी व्यावहारिक जीवनमा प्रयोग गर्नु, सामाजिक गुणको विकास तथा नागरिक कर्तव्यप्रति सजगता अपनाउनु, र दैनिक जीवनमा आइपर्ने व्यावहारिक समस्याहरूको पहिचान गरी समाधानका उपायको खोजी गर्नु पनि आधारभूत तहको शिक्षाका आवश्यक पक्ष हुन् । यस पक्षलाई दृष्टिगत गरी विद्यालय शिक्षाको राष्ट्रिय पाठ्यक्रम प्रारूप,२०७६ को मर्मअनुरूप मदरसा शिक्षा पाठ्यक्रमअनुरूप मदरसा शिक्षातर्फ कक्षा ७ को दिनियात भाषाको यो पाठ्यपुस्तक विकास गरिएको छ ।

यस पाठ्यपुस्तकको लेखन तथा सम्पादन नजरुल हुसेनबाट भएको हो । पाठ्यपुस्तकलाई यस रूपमा ल्याउने कार्यमा केन्द्रका महानिर्देशक श्री वैकुण्ठप्रसाद अर्याल, श्री शेख अलि मञ्जरी मौलना, श्री नजरुल हुसैन, श्री सञ्जुर मन्सुरी, श्री उद्धवराज कट्टेल, श्री टुकराज अधिकारी, श्री शालिकराम भुसाल, श्री उमा बुढाथोकी, श्री चिनाकुमारी निरौलालगायतको योगदान रहेको छ । यस पाठ्यपुस्तकको कला सम्पादन श्री श्रीहरि श्रेष्ठबाट भएको हो । यस पाठ्यपुस्तकको विकास तथा परिमार्जन कार्यमा संलग्न सबैप्रति पाठ्यक्रम विकास केन्द्र धन्यवाद प्रकट गर्दछ ।

यस पाठ्यपुस्तकले विद्यार्थीमा निर्धारित सक्षमता विकासका लागि विद्यार्थीलाई सहयोग गर्ने छ । यसले विद्यार्थीको सिकाइमा सहयोग पुऱ्याउने एउटा महत्त्वपूर्ण र आधारभूत सामग्रीका रूपमा कक्षा क्रियाकलापबाट हुने सिकाइलाई मजबुत बनाउन सहयोग गर्ने छ । त्यसैले यो शिक्षकको सिकाइ क्रियाकलापको योजना नभई विद्यार्थीका सिकाइलाई सहयोग पुऱ्याउने सामग्री हो । पाठ्यपुस्तकलाई विद्यार्थीको सिकाइमा सहयोग पुऱ्याउने एउटा महत्त्वपूर्ण आधारका रूपमा बालकेन्द्रित, सिकाइकेन्द्रित, अनुभवकेन्द्रित, उद्देश्यमूलक, प्रयोगमुखी र क्रियाकलापमा आधारित बनाउने प्रयास गरिएको छ । सिकाइ र विद्यार्थीको जीवन्त अनुभवबिच तादात्म्य कायम गर्दै यसको सहज प्रयोग गर्न शिक्षकले सहजकर्ता, उत्प्रेरक, प्रवर्धक र खोजकर्ताका रूपमा भूमिकाको अपेक्षा गरिएको छ । यस पुस्तकलाई अझ परिष्कृत पार्नका लागि शिक्षक, विद्यार्थी, अभिभावक, बुद्धिजीवी एवम् सम्पूर्ण पाठकहरूको समेत विशेष भूमिका रहने हुँदा सम्बद्ध सबैको रचनात्मक सुझावका लागि पाठ्यक्रम विकास केन्द्र हार्दिक अनुरोध गर्दछ ।

वि.सं. २०७८ पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

دینیات

दीनीयात ७

درجہ ہفتم

حکومت نیپال

وزارت تعلیم، سائنس وٹیکنالوجی

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم

سانوٹھیمی، بھکت پور

حق طباعت: جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ
نام کتاب: دینیات
درجہ: ہفتم
مؤلف:
صفحات: ۱۲۱
اشاعت: ۲۰۷۸ بکرم سمبت
ناشر: مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم

عرض ناشر

حکومت نیپال کی شمولیت اور تعلیم سب کے لیے کی پالیسی کے مطابق وزارت تعلیم کے تحت مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم، سانوٹھیمی، بھکت پور نے مدارس اسلامیہ کے لیے درجہ دواز دھم تک کا نصاب تعلیم تیار کیا ہے۔ جس میں دینیات کو نمایاں مقام دیا گیا ہے، تا کہ اس کی مدد سے ابتدائی درجات کے بچوں کو قلیل مدت میں عقائد، عبادات، سیرت النبی ﷺ، سیرت انبیاء وصلحا، اخلاق وعبادات اور معاشرتی آداب وغیرہ سے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائی جاسکیں اور مضامین کا بار بڑھائے بغیر عام فہم اور دل نشیں انداز میں دین کے تمام پہلوؤں کا سادہ مگر واضح تصور دلایا جاسکے۔

مروجہ درسیات کے ذریعہ ایک ہی عقیدے اور مذہب کی تعلیم، نیز مشرکانہ عقائد اور غیر اسلامی تصورات کی ترویج واشاعت اور ملکی ماحول نے اس ضرورت کا احساس اور شدید کر دیا ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے دینیات کا سیٹ تیار کیا جا رہا ہے۔ جس کی درجہ ہفتم کے لیے لکھی گئی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مذکورہ سیٹ کی خصوصیات:

ا۔ زبان نہایت سادہ، سلیس اور طرز بیان عام فہم اور دل نشیں ہے۔

۲۔ بچوں کی نفسیات اور دلچسپیوں کا پورا پورا لحاظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔
۳۔ دین کا ایک جامع تصور پیش کیا گیا ہے اور ہر پہلو سے متعلق بتدریج معلومات فراہم کی گئی ہیں۔
۴۔ جزوی اختلافات کو حتی الامکان نظر انداز کر کے بنیادی اور متفق علیہ باتیں پیش کی گئی ہیں، تاکہ طلبہ کے ذہن میں انتشار پیدا نہ ہو۔ استاد حسب ضرورت طلبہ کے مسلک کے مطابق رہنمائی کر دیں۔
اس کو مزید بہتر اور مفید بنانے کے لیے تمام اہل علم سے آراء اور مشوروں کی امید رکھتے ہیں۔

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم، سانوکھیمی، بھکت پور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
(۱)	حمد	۷
(۲)	نعت	۱۱
(۳)	نفاق	۱۵
(۴)	اہل کتاب	۱۹
(۵)	روزہ	۲۵
(۶)	نجاست سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ	۳۰
(۷)	نماز تہجد	۳۴
(۸)	نماز تراویح	۳۶
(۹)	قربانی	۳۸
(۱۰)	عقیقہ	۴۲
(۱۱)	حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۴۵
(۱۲)	حضرت آدم علیہ السلام	۵۶
(۱۳)	حضرت نوح علیہ السلام	۶۱
(۱۴)	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۶۴
(۱۵)	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ	۶۸

(۱۶)	حضرت عمر رضی اللہ عنہ	۷۸
(۱۷)	امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	۸۵
(۱۸)	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۸۸
(۱۹)	محدثین کی مختصر سوانح حیات	۹۰
(۲۰)	جانوروں کے حقوق	۹۶
(۲۱)	پانی، درخت اور اسلام	۱۰۰
(۲۲)	عم پارہ کی دس سورتیں	۱۰۴

سبق(۱)

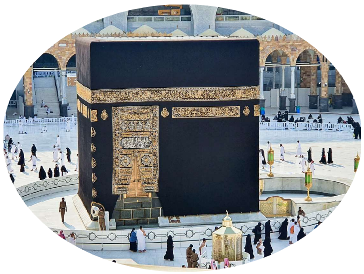

حمد

(مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی)

تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنائی
کیسی زمیں بنائی، کیا آسماں بنایا
پیروں تلے بچھایا کیا خوب فرش خاکی
اور سر پہ لاجوردی اک سائباں بنایا
مٹی سے بیل بوٹے کیا خوش نما اگائے
پہنا کہ سبز خلعت ان کو جواں بنایا
خوش رنگ اور خوشبو گل پھول ہیں کھلائے
اس خاک کے کھنڈر کو کیا گلستاں بنایا
میوے لگائے کیا کیا خوش ذائقہ رسیلے
چکھنے سے جن کے مجھ کو شیریں دہاں بنایا
سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی روشنی بھی
کیا خوب چشمہ تو نے اے مہرباں بنایا
سورج بنا کہ تو نے رونق جہاں کو بخشی
رہنے کو یہ ہمارا اچھا مکاں بنایا

پیاسی زمیں کے منہ میں مینہ کا چوایا پانی
اور بادلوں کو تو نے مینہ کا نشاں بنایا
یہ پیاری پیاری چڑیا پھرتی ہیں جو چہکتی
قدرت نے تیری ان کو تسبیح خواں بنایا
تنکے اٹھا اٹھا کہ لائی کہاں کہاں سے
کس خوبصورتی سے پھر آشیاں بنایا
اونچی اڑیں ہوا میں بچوں کو پر نہ بھولیں
ان بے پروں کا ان کو روزی رساں بنایا
کیادودھ دینے والی گائیں بنائیں تو نے
چڑھنے کو میرے گھوڑا کیا خوش عناں بنایا
رحمت سے تیری کیا کیا ہیں نعمتیں میسر
ان نعمتوں کا مجھ کو قدرداں بنایا
آبِ رواں کے اندر مچھلی بنائی تو نے
مچھلی کے تیرنے کو آبِ رواں بنایا
ہر چیز سے ہے تیری کاریگری ٹپکتی
یہ کار خانہ تو نے کب رائیگاں بنایا

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ حمد کسے کہتے ہیں؟

۲۔ اس حمد کے لکھنے والے کا نام لکھیں؟

۳۔ اللہ تعالی کی بنائی کن کن چیزوں کا ذکر اس حمد میں کیا گیا ہے؟۔

۴۔ سورج سے ہم کیا پاتے ہیں؟
۵۔ قدرت نے تسبیح خواں کس کو بنایا ہے؟
۶۔ اس حمد کے مطابق اللہ نے مٹی سے کس چیز کو بنایا ہے؟
۷۔ اس حمد میں سواری کے لئے کس جانور کا ذکر آیا ہے؟
۸۔ اس حمد میں چڑیا کے بارے میں کیا لکھا گیا ہے۔
۹۔ کن چیزوں سے اللہ کی کاریگری ٹپکتی ہے؟
۱۰۔ کیا اللہ نے کسی چیز کو رائیگاں بنایا ہے؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے۔

تسبیح خواں ....
رائیگاں ....
آشیاں ....
شیریں ....
رونق ....
خلعت ....
خوش ذائقہ ....

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگھوں کو پر کیجیے۔

اونچی اڑیں ہوا میں .... کو پر نہ بھولیں
کیا دودھ دینے والی گائیں .... تو نے
.... سے تیری کیا کیا ہیں نعمتیں میسر
آبِ رواں کے اندر .... بنائی تو نے

(د) مندرجہ ذیل شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا
کیسی زمیں بنائی، کیا آسماں بنایا

ہدایات: اساتذہ صحیح تلفظ کے ساتھ بچوں کو پڑھ کر سنائیں، نیز تمام طلبہ و طالبات سے باری باری پڑھوائیں اور زبانی یاد کرنے کی ترغیب دیں۔

سبق(۲)

نعت

(حفیظ جالندھری)

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا

سلام اس پرجو دنیا کے لئے رحمت ہی رحمت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت ہے

سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دی فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

سلام اس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا

سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت اوجِ دارائی

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سر فروشی کے فسانے میں

سلام اس ذات پر کہ جس کے یہ پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

درود اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی
درود اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی

درود اس پر کہ جس کے تذکرے ہیں پاک بازوں میں
درود اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ نعت کی تعریف لکھیے۔

۲۔ شاعر بار بار کس ہستی پر سلام بھیج رہا ہے؟

۳۔ ''بادشاہی میں فقیری'' کا کیا مطلب ہے؟

۴۔ اس نعت میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟

۵۔ پیارے نبی ﷺ کس چیز کی خاطر دُکھ اٹھاتے تھے؟

۶۔ سفرِ طائف کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۷۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سچائی کے لئے کون کون سی تکالیف اٹھائیں؟

۸۔ پیارے رسول ﷺ کے نام لیوا ہر زمانے میں کیا بڑھا دیتے تھے؟

۹۔ اس نعت کے لکھنے والے کا نام کیا ہے؟

۱۰۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت حیدر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے استاد سے پوچھ کر لکھیے؟

۱۱۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو کیا پڑھنا چاہیے؟

(ب) درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے۔

بے کس ....

دستگیری ....

قبائیں ....

اسیر ....

فرش ....

اوج دارائی ....

شیدائی ....

سرفروشی ....

سیری ....

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا .... تھا
سلام اس پر جو .... کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو .... رہ کہ اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اس پر جو امت کے لئے...... کو روتا تھا
سلام اس پر جو............ پر جاڑے میں سوتا تھا
سلام اس پر جو دنیا کے لئے ...... ہی رحمت ہے

(د) مندرجہ ذیل شعر کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

سلام اس ذات پر کہ جس کے یہ پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

(ہ) اس نعت کے لکھنے والے ''حفیظ جالندھری'' کے بارے اپنے استاد سے معلوم کرکے ایک صفحہ کا مضون لکھیے۔

سبق (۳)

نفاق

نفق اس سرنگ کو کہا جاتا ہے جو پہلے زمانے میں راجہ، مہاراجہ اپنے قلعہ میں بناتے تھے تاکہ اگر دشمن قلعہ پر قابض ہو جائے تو اس سے کسی دور دراز محفوظ علاقے میں باہر نکلا جا سکے۔ اسی طرح گوہ اپنے رہنے کے لئے جو بل بناتی ہے۔ اس میں بھی دو طرف نکلنے کے راستے ہوتے ہیں، تاکہ شکاری ایک طرف سے اپنا کتا چھوڑے تو وہ دوسری طرف سے نکل جائے۔ ان میں مشترک چیز ذاتی تحفظ اور دوسری طرف نکلنے کے راستے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں نفاق اس عمل کو کہتے ہیں کہ انسان اپنے دنیوی مفاد کے تحفظ کے لئے زبان سے اسلام اور ایمان لانے کا اقرار کرے جب کہ اس کے دل میں ایمان نہ ہو۔ وہ جب مسلمانوں سے ملے تو کہے کہ میں مسلمان ہوں اور جب اسلام کے دشمن سے ملے تو کہے کہ میں تو آپ لوگوں کے ساتھ ہوں میں تو ان سے صرف مذاق کر رہا تھا۔

نفاق کو قرآن میں کفر سے بھی بڑا گناہ کہا گیا ہے۔ منافقین جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے۔ اللہ نے رسول ﷺ کو ان کے لئے استغفار کرنے سے منع کیا ہے۔ فرمایا: اگر آپ ﷺ منافقین کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں گے پھر بھی اللہ قبول نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا۔ منافق مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومت میں فساد پھیلانے میں کافر سے بھی بڑھ کر اپنا اثر دکھاتا ہے۔

منافق اس کو کہتے ہیں جس کے اندر نفاق ہو۔ منافقین کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک طرح کے منافق وہ ہوتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے بظاہر اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور دوسرے دینی اعمال بھی کرتے ہیں۔ لیکن اندر سے ان کے خلاف

سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے زمانے میں یہودیوں کے ایک گروہ نے لوگوں کو اسلام سے روکنے اور ان کے اندر اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لئے منصوبہ بنایا کہ صبح میں ایمان لائیں گے اور شام میں اپنے پرانے دین میں واپس آ جائیں گے۔ وہ ایسا کرتے اور یہ باتیں پھیلاتے تھے کہ ہم نے قریب سے جا کر دیکھ لیا۔ ہم نے پایا کہ یہ دین صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ دین سچا ہوتا تو ہم اس دین کو کیوں چھوڑتے۔ اسی طرح وہ اندر رہ کر جاسوسی کرتے ہیں اندر کی خبریں باہر دشمنوں تک پہنچاتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ کو کمزور کرنے کے لئے طرح طرح کے فتنے اٹھاتے ہیں۔ منافقین کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے جو دنیوی مفادات کے حصول کے لئے اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اسلامی عبادات اور احکامات بہت شاق گذرتے ہیں۔ وہ نماز میں جاتے ہیں تو کسمساتے ہوئے جاتے ہیں، زکوٰۃ دینے سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری عبادت سے بچنے کے لئے بہانے بناتے ہیں اور کرنا ہی پڑے تو بے دلی کے ساتھ رسم کی ادائیگی کی حد تک کرتے ہیں۔ جہاد میں جانے کا موقع آتا تو ان پر موت کی سی غشی طاری ہونے لگتی تھی۔ اس میں نہ جانے کے لئے طرح طرح کے بہانے بناتے تھے۔ ان کے تعلقات مسلمانوں کے ساتھ بھی رہتے تھے تاکہ اگر وہ غالب آ گئے تو ان کا کوئی نقصان نہ ہو۔ ان کے نزدیک سب سے اہم ان کا ذاتی و دنیوی فائدہ ہوتا تھا۔ ایمان ان کے دل میں نہیں ہوتا تھا۔ اسی لئے اللہ کی خوشی اور آخرت کی نجات کے لئے خوشی خوشی قربانیاں دینا اور مشقتیں اٹھانا ان کو بے وقوفی کا کام لگتا تھا۔ جب کہ حقیقت میں بے وقوف وہ تھے۔ وہ اس دنیوی مفاد کے لئے ہمیشہ کی اخروی زندگی، جنت اور اس کی نعمتوں کو ٹھکرا رہے تھے۔ جبکہ دنیوی مفاد کا حصول غیر یقینی اور دنیا کی زندگی مختصر ہے اور آخرت کی زندگی کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ وہاں جس کو جنت مل گئی وہ ہمیشہ کی ہوگی وہاں نہ کسی کو موت آئے گی نہ کوئی بیمار ہوگا سب جوان رہیں گے جو چاہیں گے پائیں گے۔

منافق دنیا سے بڑی محبت کرتا ہے۔ اس کو دنیا کے فائدے سب سے اہم لگتے ہیں۔ اس لئے جب اس کو جان و مال کی قربانی کے لئے کہا جاتا ہے، جہاد اور ہجرت کا حکم دیا جاتا ہے وہ اس سے بچنے کے لئے طرح طرح کے بہانے بناتا ہے۔ بات بنانے میں بہت ماہر ہوتا ہے۔ اتنے اچھے انداز سے بات کرتا ہے

کہ سننے والاسنتا ہی رہ جائے۔اگر ان کو محسوس ہو کہ کوئی اس کے مفاد میں مانع ہو رہا ہے تو اس کو قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔لیکن چونکہ وہ بزدل ہوتا ہے۔اسی لئے وہ چھپ کر وار کرتا ہے۔اللہ کے پیارے رسول ﷺ پر بھی منافقوں کی ایک جماعت نے ایک درہ میں رات کے اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے منہ چھپا کر جان لیوا حملہ کیا تھا۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مار بھگایا۔وہ ان کو پہچان نہ سکے۔لیکن اللہ نے وحی کے ذریعہ نبی ﷺ کو بتا دیا۔نبی کریم ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کے نام تو بتا دیئے۔لیکن کسی کو بتانے سے منع فرما دیا۔

نفاق سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن اور سنت کا شعوری طور پر مطالعہ کرتے رہا جائے ،کثرت سے قرآن کی تلاوت اور اللہ کا ذکر کیا جائے ،اللہ کے راستے میں خوب مال خرچ کیا جائے اور جب بھی وقت، جان، مال اور دنیوی کسی چیز کی اللہ کی خوشی کے لئے قربانی کا موقع آئے تو آگے آگے اس میں رہا جائے۔اللہ ہم سب کو نفاق سے بچائے (آمین)

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ نفاق کسے کہتے ہیں؟

۲۔ شریعت کی اصطلاح میں نفاق کس عمل کو کہتے ہیں؟

۳۔ منافق کا ٹھکانا کہاں ہوگا؟

۴۔ منافق کسے کہتے ہیں؟

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا منصوبہ بنایا تھا؟

۶۔ منافق کی پہچان کیا ہے؟

۷۔ منافق دنیا سے کیوں محبت کرتا ہے؟

۸۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کن لوگوں نے حملہ کیا تھا اور کیوں؟
۹۔ نفاق سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟
۱۰۔ منافق کی کتنی قسمیں ہیں؟

(ب) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پُر کیجئے۔

❖ منافق جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں..........ہوں (مسلمان/منافق/مشرک)
❖ اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لئے..........کرنے سے منع کیا ہے
(توبہ/استغفار/دعا)
❖ منافق مسلمانوں کے خلاف....................کرتے رہتے ہیں۔ (پروپگنڈہ/سازش)
❖ اسلامی معاشرہ کو..........کرنے کے لیے طرح طرح کے فتنے اٹھاتے ہیں۔ (پائدار/کمزور/مستحکم)
❖ منافقوں پر ....بہت شاق گذرتی ہیں۔ (عبادات/جھوٹ/فریب)
❖ وہ بات کرنے میں بہت..............ہوتے ہیں۔ (ماہر/چالاک/غبی)
❖ منافقین کو....................نے مار بھگایا تھا۔ (حضرت علیؓ/حذیفہؓ/اسامہؓ)
❖ اللہ سب کو....................سے بچائے۔ (نفاق/انفاق/بخل)

(ج) نیچے کے جملوں کو غور سے پڑھیے صحیح جملے کے سامنے صحیح (✓) کا نشان لگائیے اور غلط کے سامنے غلط (×) کا نشان لگائیے۔

- نفاق کو قرآن نے کفر سے بھی بڑا گناہ کہا گیا ہے۔ ( )
- منافقین کو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا۔ ( )
- منافق اس کو کہتے ہیں جس کے اندر ایمان ہو۔ ( )
- منافق دنیا سے بڑی محبت کرتا ہے۔ ( )
- منافقین مسلمانوں کے اندر رہ کر ان کو طاقت پہنچاتے تھے۔ ( )
- وہ مسلمانوں کو فائدے پہنچانے کے لئے بظاہر اسلام قبول کرتے تھے۔ ( )
- منافقین مسلمانوں کے اندر کی خبریں باہر دشمنوں تک پہنچاتے تھے۔ ( )

سبق (۴)

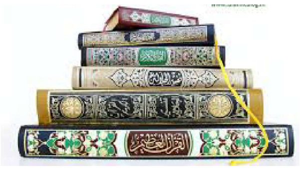

اہل کتاب

اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔اس کو پیدا کرنے سے پہلے اس کی ضرورت کی ساری چیزیں بنائیں۔ان کو انسان کے تابع کیا۔سب سے بڑا کرم یہ کیا کہ اس کو زندگی گذارنے کے لئے ہدایت و رہنمائی کا نظم کیا۔اللہ نے انسانوں ہی میں سے اپنا رسول اور پیغمبر چنا۔ان پر وحی کے ذریعہ زندگی گذارنے کے لئے ہدایت اور رہنمائی نازل فرمائی۔اللہ کے ان نیک بندوں نے اللہ کے پیغام کو بنا کسی کمی وبیشی کے اپنے مخاطبین تک پہنچایا۔ان میں سے بہت ساروں پر اللہ نے کتاب نازل فرمائی۔انسانوں کی بدبختی یہ رہی کہ نبیوں کے گزر جانے کے بعد انہوں نے اپنے دنیوی مفادات کو حاصل کرنے اور ایک دوسروں پر ظلم کرنے کے لیے ان کتابوں میں تحریف کردی۔ان کی تعلیمات کو بھلا دیا۔دنیا پھر سے راہ راست سے بھٹک گئی اور شر وفساد سے بھر گئی۔اللہ نے کرم فرمایا اور پھر اپنا رسول ان کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ایک وقت آیا کہ اللہ نے اپنے منصوبہ کے مطابق اپنا آخری نبی ورسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔آپ ﷺ پر اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل فرمائی۔

اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے جو کتابیں بھیجیں ان کو آسمانی کتابیں کہتے ہیں۔ان آسمانی کتابوں کے ماننے والوں کو اہل کتاب کہا جاتا ہے۔ویسے تو بہت سارے مذاہب کے ماننے والے اپنی اپنی مقدس کتابوں کو آسمانی کتاب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔لیکن قرآن نے یہ اصطلاح صرف یہودی اور عیسائی کے لیے استعمال کی ہے۔یعنی جب ہم اہل کتاب بولتے ہیں تو اس کا مطلب صرف یہودی اور عیسائی ہوتے ہیں۔

قرآن میں چار آسمانی کتب اور کچھ صحیفوں کا ذکر ہے۔ان چاروں میں ایک آسمانی کتاب زبور

ہے جو دنیا میں موجود نہیں ہے۔توریت اور انجیل موجود تو ہے لیکن اپنی اصلی شکل میں نہیں ہے۔ بعد میں ان کے ماننے والوں نے ان میں کافی تحریف کر دی ہے۔اب جو نبی پر نازل ہوئی تھیں وہ تعلیمات اور جو بعد میں لوگوں نے اپنی طرف سے ملائیں دونوں میں تفریق نہیں کی جاسکتی ہے۔ بلکہ بہت سی باتیں لوگوں نے حذف بھی کر دی ہیں۔ان کے ماننے والوں نے تو اپنا نام بھی تبدیل کر لیا۔اللہ نے سارے لوگوں کو دین اسلام دیا۔یہی دین سارے انبیا اور رسل لے کر آئے۔سبھوں نے اپنے آپ کو مسلم کہا۔لیکن انہوں نے اپنا نام یہودی اور عیسائی رکھ لیا۔

اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے۔اسلام اہل کتاب کی پاکدامن عورتوں سے نکاح کی بھی اجازت دیتا ہے۔اہل کتاب اور مسلمانوں میں بہت ساری باتیں مشترک ہیں۔جیسے توحید، رسالت، وحی، آخرت وغیرہ۔

یہودی

یہودی ایک نسل پرست قوم ہے۔جس کا دعوی ہے کہ وہ اللہ کے مقرب بندے ہیں۔اسی لیے یہود اپنے آپ کو سارے انسانوں سے برتر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ان کے زعم باطل کے مطابق باقی انسان ان کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔وہ ان سے جس طرح چاہیں خدمت لے سکتے ہیں۔یہ اپنا جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں بہت سے انبیاء ورسل آئے۔حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا جس کا معنی ''اللہ کا بندہ'' ہوتا ہے۔ان کی طرف نسبت کرکے یہ اپنے آپ کو بنی اسرائیل بھی کہتے ہیں۔

یہ قوم بڑے عروج و زوال سے گذرتی رہی ہے۔لیکن ان کی شرانگیزیاں کبھی کم نہ ہوئیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں ان کو مصر میں بسایا گیا۔لیکن ایک زمانے کے بعد جب قبطیوں کی حکومت آئی تو ان کے اوپر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ان کو ذلیل وخوار کیا گیا۔ان سے بیگار لیا جاتا تھا۔ان کے لڑکوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ایسے وقت میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ان پر تورات نازل فرمائی۔اسی تورات کی پیروی کا یہ دعویٰ کرتے ہیں۔جبکہ انہوں نے اس میں تحریف

کر ڈالی ہے۔موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ نے ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبی بنایا۔

ان دونوں بھائیوں نے اس وقت کے بادشاہ فرعون کو بھی دین اسلام کی دعوت دی۔ایک اللہ کی عبادت کے لئے بلایا۔اس کو اس دعوت میں اپنی بادشاہی اور جھوٹی خدائی خطرے میں نظر آئی۔اس نے نہ صرف انکار کیا بلکہ جان کے دشمن بن گئے۔بہت سارے معجزات پیش کیے گئے۔لیکن وہ اپنی گمرہی پر قائم رہا۔پھر اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل پڑے۔فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ پیچھا کیا۔قریب تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پکڑ لیے جائیں۔لیکن اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے پانی پر لاٹھی ماری، پانی دو ٹکڑے ہو گیا۔موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ صحیح سالم دوسری طرف پہنچ گئے۔فرعون بھی اپنی لشکر کے ساتھ پانی میں داخل ہوا۔پانی آپس میں مل گیا۔فرعون اپنے لشکر کے ساتھ غرق ہو گیا۔

اللہ نے اس قوم پر بڑے احسانات کیے،ان کو من وسلوی دیا۔بہت سارے انبیاء ان کی اصلاح کے لئے بھیجے لیکن یہ اپنے سرکشی سے باز نہ آئے۔جب انبیاء نے ان کو برے کاموں اور اللہ کی نافرمانی سے روکا تو ان پر جھوٹی تہمتیں لگائیں ان کی مخبری کی۔ان میں سے کچھ کو قتل تک کر ڈالا۔آج بھی یہ قوم اپنے پرانے طرز عمل پر قائم ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد انہوں نے یہودی نام اختیار کیا۔ان کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل دو حصوں میں بٹ گئے ایک حصہ بنی اسرائیل اور دوسرا حصہ مملکت یہود کہلایا۔بعد میں یہوداہ کی نسل کے غالب ہونے کی وجہ سے یہود لفظ ان کے لئے استعمال ہونے لگا۔یہود ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔دوسری طرف حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بھی کہتے ہیں۔اسی طرح کچھ باتیں اللہ کی شان کے خلاف بھی اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، جیسے اللہ کا زمین پر چلنا، ندامت محسوس کرنا اور تھکن محسوس کرنا وغیرہ۔یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔یہ اپنے آپ کو اللہ کا سب سے برگزیدہ گروہ تصور کرتے ہیں۔

عیسائی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کے ماننے کا دعویٰ کرنے والوں کو عیسائی اور اس

دین کو عیسائیت کہا جاتا ہے۔ ان کو نصرانی اور ان کے دین کو نصرانیت بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ خود کو مسیحی کہتے ہیں۔ قرآن میں اس دین کے ماننے والوں کو نصاریٰ کہا گیا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی انجیل کو بطور شریعت واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک نیک خاتون حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے تھے۔ ان کی پیدائش اللہ کے حکم سے معجزانہ طور پر کنواری ماں کے بطن سے ہوئی۔ انہوں نے پیدائش کے بعد ہی لوگوں سے بات کی اور بتایا کہ میں اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں۔ ان کو اللہ نے بڑے معجزات عطا کیے تھے۔ وہ اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کر دیتے تھے اور کوڑھی کو شفایاب کر دیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے۔ لیکن یہ ان کے دشمن بن گئے اور اپنے زعم باطل میں ان کو سولی پر چڑھوا دیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا اور وہ قیامت کے قریب پھر اتارے جائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خالص توحید کی دعوت لے کر آئے تھے۔ لیکن بعد کے لوگوں نے خود ان کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ تثلیث کا باطل عقیدہ گھڑ لیا۔ انجیل میں مکمل تحریف کر ڈالی۔ ایک باطل عقیدہ کفارہ گناہ کا ایجاد کر لیا۔ یعنی جنت میں تو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تھا۔ وہ ان کی اولاد میں منتقل ہو گیا۔ اللہ تعالی نے اپنے بیٹے کو سولی پر چڑھا کر اس کا کفارہ ادا کر دیا۔ یہ نہایت ہی غیر معقول عقیدہ ہے۔ نصرانیوں کا باطل عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اعمال کا حساب کتاب لیں گے۔ وہی اچھے اور برے اعمال کے مطابق جزا اور سزا کا فیصلہ کریں گے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ اللہ نے کس کو اشرف المخلوقات بنایا؟

۲۔ انسانوں نے آسمانی کتابوں میں تحریف کیوں کر ڈالی؟

۳۔ اللہ کے رسول کیا کرتے تھے؟

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ نے کون سی کتاب نازل فرمائی؟

۵۔ آسمانی کتاب کسے کہتے ہیں؟

۶۔ قرآن میں کل کتنی آسمانی کتابوں کا ذکر آیا ہے؟

۷۔ تمام رسول کون سا دین لے کر آئے؟

۸۔ کیا اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے؟

۹۔ اہل کتاب کسے کہتے ہیں؟

۱۰۔ بنی اسرائیل کی وجہ تسمیہ بیان کیجیے۔

۱۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرعون کے ظلم وستم سے کس طرح نجات دلائی؟

۱۲۔ بنی اسرائیل پر اللہ نے کیا کیا احسانات کیے تھے؟

۱۳۔ عیسائی اور عیسائیت میں کیا فرق ہے؟

۱۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۱۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے کون کون سے معجزات عطا کئے تھے؟

(ب) نیچے کے جملوں کو غور سے پڑھیے اور غلط جملوں کو صحیح کر کے دوبارہ لکھیے۔

- دنیا پھر سے راہ راست سے بھٹک گئی اور امن وسکون سے بھر گئی۔
- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری کتاب توریت نازل ہوئی۔
- یہود کی قیام امن کی کوششیں کبھی کم نہ ہوئیں۔
- ایک زمانے بعد قبطیوں کی حکومت آئی تو بنی اسرائیل پر ظلم کم ہوا۔

- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ نے ان کے بھائی حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی نبی بنایا۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کے بادشاہ نجاشی کو دین اسلام کی دعوت دی۔
- حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے پانی پر سانپ کو مارا۔

(ج) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے اور صحیح لفظ قوسین سے چن کر لکھیے۔

❖ یہودی نام........... کے بعد انہوں نے اختیار کیا۔(حضرت سلیمان علیہ السلام/ابراہیم علیہ السلام)
❖ یہود ایک........... پر ایمان رکھتے ہیں۔ (اللہ/ہندو دھرم/عیسائیت)
❖ یہ اپنے آپ کو اللہ کا سب سے........... گروہ تصور کرتے ہیں۔ (برگزیدہ/فرمانبردار/نیکوکار)
❖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کے ماننے کا دعویٰ کرنے والے کو........... کہتے ہیں۔
(عیسائی/یہودی/پارسائی)
❖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خالص...... کی دعوت لے کر آئے تھے۔ (رسالت/توحید/آخرت)
❖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے...... میں مکمل تحریف کر ڈالی۔ (زبور/توریت/انجیل)
❖ عیسائیوں نے........... کا الگ باطل عقیدہ گڑھ لیا۔ (وحدانیت/تثلیث/سنت)
❖ تثلیث کا عقیدہ نہایت ہی غیر معقول........... ہے۔ (عقیدہ/منصوبہ/دستور)

سبق(۵)

روزہ

روزہ کوعربی زبان میں صوم یا صیام کہتے ہیں۔اس کے معنی رکنے اور روکنے کے ہیں۔صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور شہوانی خواہشات سے رکنے کو روزہ کہا جاتا ہے۔روزہ اسلام کا اہم رکن ہے۔رمضان المبارک کے پورے مہینے کا روزہ سارے عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہے۔اس کی فرضیت کا مقصد تقویٰ ہے۔رمضان عربی ہجری سال کا نواں مہینہ ہے۔اس مبارک مہینہ میں قرآن نازل ہوا۔قرآن اللہ کا سارے انسانوں کے لئے آخری اور مکمل ہدایت نامہ ہے۔اس میں اللہ نے بتایا ہے کہ انسانوں کے لئے کامیابی ایک اللہ کو ماننے اور اس کی ہدایت کے مطابق زندگی گذارنے میں ہے۔اب جو مومن ہیں وہ پورے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔اس میں جو کچھ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ کرتے ہیں جس سے منع کیا گیا ہے اس سے دور رہتے ہیں۔اسی قرآن پر عمل کرنے کی تربیت کے لئے اللہ نے قرآن کے نزول کے لئے رمضان کے مہینہ کو منتخب کیا۔

رمضان المبارک کے روزہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔اس مہینے میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے اور فرض کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ ملتا ہے۔یہ ایسا بابرکت مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیطان کو قید کردیا جاتا ہے۔جو آدمی ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھے گا اس کے پچھلے ایک سال کے گناہ اللہ معاف فرمادے گا۔اس مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔جس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔

اس مہینہ میں ہم سب صبح صادق سے پہلے سحری کھاتے ہیں اور سورج غروب ہوتے ہی افطار کرتے ہیں۔اس میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔کیونکہ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے

۔اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ مال خرچ کرتے ہیں۔فرائض کے ساتھ نوافل کا اہتمام کرتے ہیں تو یہ بات دل میں گھر کر جاتی ہے کہ اللہ نے اپنے قرآن میں جو کہا ہے وہ خوشی خوشی کریں گے۔اسی طرح دن بھر بھوک پیاس کے باوجود جب صرف اس لئے نہیں کھاتے پیتے ہیں کہ اللہ نے روزہ کی حالت میں اس سے منع کیا ہے۔اس سے ہماری تربیت ہوتی ہے کہ اللہ نے اپنے قرآن میں جن کاموں کو حرام ٹھہرایا ہے اور جن سے منع کیا ہے اس کو کبھی نہیں کریں گے۔اس طرح یہ تزکیہ وتربیت کا مہینہ ہے۔اس مہینہ میں فضول اور لایعنی باتوں سے اپنی زبان کو روکے رکھنا چاہئے۔

رمضان میں پیارے رسول ﷺ زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔اللہ کے راستے میں آندھی کی طرح اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ہم بھی خوب تلاوت کرتے ہیں۔قرآن کو سمجھ کر پڑھتے ہیں ۔اس پر عمل کی کوشش کرتے ہیں۔کوشش کرتے ہیں کہ اس کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گذاریں۔اس کی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔اللہ کے ضرورت مند بندوں پر اور دین کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ اپنا مال خرچ کریں۔

روزہ کے مسائل

روزہ ہر عاقل اور بالغ مسلم مرد وعورت پر فرض ہے۔البتہ کچھ لوگوں کو ان کے حالات کے مطابق رخصت دی گئی ہے۔

۱۔ مریض :۔مریض مرض کی حالت میں روزہ نہیں رکھ سکتا ہو تو وہ روزہ نہیں رکھے گا اور صحت یاب ہونے کے بعد اس کی قضا کرے گا۔البتہ دائمی مریض روزہ کے بجائے فدیہ دے گا۔جو روزانہ ایک روزہ دار کو کھانا کھلانا ہے۔

۲۔ ضعیف:۔ایسے بوڑھے مرد یا عورت جو زیادہ عمر کی وجہ سے بھوکے پیاسے نہیں رہ سکتے وہ بھی روزہ کے بدلے فدیہ ادا کریں گے۔

۳۔ حائضہ یا نفاس والی عورت:حیض یا نفاس والی عورت پر روزہ رکھنا جائز نہیں ۔ ہاں بعد میں چھوٹے ہوئے روزہ کی قضا کرلے گی۔

۴۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت: حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر اپنے اور بچے کی صحت

کونقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتو اسے اجازت ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے۔جس کی قضا بعد میں کر لے۔
۵۔ مسافر:۔مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔لیکن بعد میں قضا ضروری ہے۔
روزہ کے لیے ضروری امور: روزہ کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو روزہ نہ ہوگا۔
۱۔ نیت: ہر شرعی کام کی طرح روزہ کے لئے بھی نیت ضروری ہے۔
۲۔ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ہر اس کام سے رکے رہنا جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزہ کے آداب: سحری کھانے کی احادیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔اس کا وقت طلوع فجر یعنی صبح صادق سے پہلے تک ہے۔غروب آفتاب کے ساتھ روزہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔اسی لیے غروب آفتاب کا یقین ہوتے ہی روزہ افطار کر لینا چاہیئے۔ روزہ کی حالت میں فضول اور لایعنی باتوں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ ان چیزوں سے بچیں اور زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف، ذکر واذکار اور عبادات کا اہتمام کریں۔غریبوں، محتاجوں پر اپنا مال خرچ کریں۔

شب قدر: قرآن کا نزول شب قدر میں ہوا۔اس کی فضیلت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔اس رات میں فرشتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر زمین پر اترتے ہیں۔وہ رات طلوع فجر تک سراسر سلامتی ہے۔

اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کے کا حکم دیا ہے۔جو اس رات میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام کرے گا اللہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دریافت کرنے پر کہ قدر کی رات میں اللہ سے کیا دعا کروں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سیکھائی۔" اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی "''اے اللہ! تو بخشنے والا ہے اور بخشش کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے بخش دے۔"

اعتکاف: اعتکاف کے لغوی معنی اپنے آپ کو کسی چیز سے وابستہ کرنے اور روکے رکھنے کے ہیں اور شریعت میں اعتکاف کے معنی اس کی نیت کے ساتھ مسجد میں رکے رہنے کے ہیں۔رمضان کے آخری

عشرہ میں اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔

نفلی روزے: رمضان کے علاوہ جو روزے رکھے جاتے ہیں وہ نفل ہیں۔ نفلی روزوں میں شوال کے چھ روزے، عرفہ کا روزہ اور عاشورہ کے روزوں کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ نفلی روزوں کے بارے میں یہ بات دھیان میں رہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ ایام تشریق یعنی عید الاضحیٰ کے بعد کے تین دن ۱۱/۱۲/۱۳ ذی الحجہ کے روزہ رکھنا بھی حرام ہے۔ شوہر گھر میں ہو تو عورت کو اس کی اجازت سے نفلی روزہ رکھنا چاہئے۔ اسی طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ روزہ کو عربی زبان میں کیا کہتے ہیں؟

۲۔ روزہ کا مقصد کیا ہے؟

۳۔ روزہ کن لوگوں پر فرض ہے؟

۴۔ رمضان المبارک کے فضائل چند سطروں میں لکھیے۔

۵۔ کن کاموں کو چھوڑنے کا نام روزہ ہے؟

۶۔ رمضان کے روزوں کی رخصتوں کے بارے میں آپ جو کچھ جانتے ہیں بتایئے۔

۷۔ شب قدر کیا ہے؟

۸۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کن راتوں میں تلاش کرنے کے لئے فرمایا ہے؟

۹۔ اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی کیا ہے؟
۱۰۔ قرآن کس ماہ میں نازل ہوا؟
۱۱۔ قرآن کے نزول کا مقصد کیا ہے؟

(ب) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے اور صحیح لفظ قوسین سے چن کر خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

❖ روزہ اسلام کا اہم .... ہے۔ (حصہ/ کام/ رکن)
❖ قرآن اللہ کا سارے انسانوں کے لئے آخری اور مکمل .... ہے۔ (تحفہ/ ہدایت نامہ/ سندیش)
❖ رمضان کے مہینے میں نفل کا ثواب .... کے برابر ملتا ہے۔ (فرض/ نفل/ سنت)
❖ رمضان میں ایک ایسی ...... ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (بات/ رات/ سوغات)
❖ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل .... رکھنے سے منع کیا ہے۔ (روزہ/ نماز/ حج)

نوٹ:

❖ اپنے پہلے روزہ کے احساسات اور تجربہ دس جملوں میں تحریر کیجیے۔
❖ روزہ میں پڑھنے والے تمام اذکار لکھ کر اپنے روم میں آویزاں کیجیے تاکہ آپ کے سامنے رہے اور اسے آسانی سے یاد رکھ سکیں۔

اپنے گاؤں کے مسکین اور غریب کی ایک فہرست بنائیے جس کا مقصد یہ ہو کہ آپ سارے طلبہ مل کر اس ماہ رمضان المبارک میں ان تمام کی امداد کریں گے۔

اپنے کلاس کے تمام طلبہ مل کر ایک افطار پارٹی کا نظم کیجیے جس میں اپنے غریب و نادار ساتھیوں کو مدعو کیجیے۔

سبق (٦)

نجاست سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ

ناپاکی کو نجاست بھی کہتے ہیں۔نجاست دوطرح کی ہوتی ہے۔ان دونوں نجاستوں کی تعریف حکم اوران سے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ ہمیں اچھی طرح یادرکھنا چاہئے۔تاکہ ہم پاک وصاف رہ سکیں۔

نجاست حقیقی

نجاست حقیقی اس ناپاکی کو کہتے ہیں جو آنکھوں سے نظر آتی ہے۔جس سے طبعی طور پر ہرانسان گھن کرتا ہے۔اس سے خودکواوراپنی ہرچیز کو بچانے اورصاف رکھنے کی کوشش کرتا ہے اگروہ لگ جائے تو اس کوفوراًصاف کرتا ہے۔نجاست حقیقی کی دوقسمیں ہیں۔(۱) نجاست غلیظہ (۲) نجاست خفیفہ

نجاست غلیظہ:

وہ واضح ناپاکی جس کے ناپاک ہونے میں کسی کوکوئی شبہ نہ ہو۔جیسے آدمی کا پیشاب وپاخانہ،سور کی تو ہرچیز نجاست غلیظہ ہے۔اگر یہ چیزیں کپڑے،بدن،چارپائی،کرسی وغیرہ پرلگ جائیں تو ان کوتین باردھونا چاہئے۔

نجاست خفیفہ

یہ وہ ناپاکی ہے جونجاست غلیظہ کے مقابلے میں ذرا ہلکی ہوتی ہے۔بعض دلیلوں سے اس کے ناپاک ہونے میں بھی شبہ ہوتا ہے۔جیسے حلال جانوروں کا گوبر یا پیشاب،پرندوں کی بیٹ وغیرہ۔ نجاست غلیظہ کے مقابلے میں نجاست خفیفہ کا حکم بھی ذرا ہلکا ہوتا ہے۔اگر یہ چیزیں بدن یا کپڑے میں لگ جائیں اگر چوتھائی حصہ سے کم پرلگی ہوں تو پاک کرکے نماز پڑھنی چاہئے۔لیکن کبھی بھولے سے نماز اسی حالت میں پڑھ لی تو نماز ہوجائے گی مگر مکروہ ہوگی۔اس سے پرہیز کرنا چاہئے اوراگر لگ جائے تو فوراً صاف کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

❖ اگر جوتے یا زمین پر پاخانہ یا لید لگ جائے اور سوکھ جائے تو کھرچ دینے سے زمین اور جوتا پاک ہوجاتا ہےاور اگر ناپاکی کا نشان اور دھبہ بھی مٹ جائے تو اس زمین پر نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

❖ دودھ پینے والے بچے کا پیشاب بھی نجس ہے۔اس سے بھی پاک وصاف رہنا ضروری ہے۔ پیشاب اگرلڑکے کا ہوتو صرف پانی چھڑک دینا کافی ہوگا اور اگرلڑکی کا ہوتو اس کودھونا ضروری ہے۔

استنجا

پیشاب اور پاخانہ کرنے کے بعد پاکی حاصل کرنے کواستنجا کہتے ہیں۔پیشاب اور پاخانہ سے فارغ ہوکرمٹی کے ڈھیلوں سے پاکی حاصل کی جائے پھر پانی سے دھوکر پوری طرح اطمینان حاصل کرلیا جائے۔مٹی کے ڈھیلے نہ مل سکیں تو ٹیشو پیپر، پتھر، پکی انیٹ یا کوئی ایسی چیز جس سے پاکی حاصل کی جاسکتی ہو،اس سے استنجا کیا جاسکتا ہے۔البتہ کوئلہ لکھے ہوئے کاغذ، گوبر، ہڈی یا کوئی ایسی چیز جو تکلیف پہنچائے اس سے استنجانہیں کرنا چاہئے۔استنجا،استنجا خانہ میں یا لوگوں کی نظروں سے اوجھل ایسی جگہ کیا جائے جو راستہ یا لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ نہ ہو۔استنجا ہمیشہ بائیں ہاتھ سے کرنا چاہئے۔اگرمٹی کے ڈھیلے نہ ہوتو صرف پانی سے بھی پاکی حاصل ہوجاتی ہے۔

پاکی حاصل کرنے کے لئے پانی اورمٹی کے ڈھیلے یااس کا متبادل یہ ایسی چیزیں ہیں جو ہرجگہ با آسانی سے مل جاتی ہیں۔اس لئے اللہ کے بندوں کو ہمیشہ پاک وصاف رہنا چاہئے۔اللہ کو بھی خوب پاک وصاف رہنے والے پسند ہیں۔

نجاست حکمی

نجاست حکمی وہ ناپاکی ہے جو ہمیں نظرنہیں آتی ہے بلکہ پیارے نبی ﷺ نے اس کے بارے میں بتایاہے کہ یہ نجاست ہے۔جیسے کوئی شخص پیشاب یاپاخانہ کرے،کسی کی ریاح خارج ہوجائے،بدن سے خون یا پیپ نکل کر بہہ جائے،ٹیک لگا کرسو جائے یا منہ بھرکر قے آجائے۔اس طرح کی تمام صورتوں میں آدمی ناپاک ہوجاتا ہے،جب تک وہ وضو نہ کرے وہ نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ قرآن کی تلاوت کرسکتا ہے نہ خانہ کعبہ کا طواف کرسکتا ہے۔یہ ناپاکی نظرنہیں آتی ہے بلکہ شریعت نے اس پر ناپاکی یا نجاست کا حکم لگایا ہے۔اسی لیے اس کونجاست حکمی کہتے ہیں۔اس کا دوسرا نام نجاست شرعی بھی

ہے۔نجاست حکمی کو حدث بھی کہتے ہیں۔حدث کی دو قسمیں ہیں۔حدث اصغر اور حدث اکبر۔

حدث اصغر

حدث اصغر اس ہلکی نجاست کو کہتے ہیں جس میں صرف وضو کرنے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔اگر وضو کے لئے پانی نہ ہو یا اس کے استعمال سے بیماری کے بڑھنے یا جان جانے کا خطرہ ہو تو تیمّم کرنے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

حدث اکبر:

حدث اکبر اس نجاست حکمی کو کہتے ہیں جس سے پاکی حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا ضروری ہے۔البتہ پانی نہ ملنے یا اس کے استعمال سے کسی بڑے نقصان یا جان جانے کا خطرہ ہو تو تیمّم سے پاکی حاصل کی جا سکتی ہے۔حدث اکبر کن باتوں سے ہوتا ہے وہ ان شاءاللہ اگلی کتابوں میں پڑھیں گے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ نجاست کا دوسرا نام کیا ہے؟

۲۔ نجاست کی کتنی قسمیں ہیں؟

۳۔ نجاست حقیقی کی تعریف مع مثال لکھیے۔

۴۔ نجاست غلیظہ کی تعریف لکھیے۔

۵۔ استنجا کسے کہتے ہیں؟ استنجا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟
۶۔ نجاست حکمی کی تعریف مع مثال لکھیے۔
۷۔ جس نجاست میں صرف وضو سے پاکی حاصل ہو جائے اس کو کیا کہتے ہیں؟
۸۔ تیمّم کرنا کب جائز ہو جاتا ہے؟
۹۔ نجاست حقیقی کی کتنی قسمیں ہیں؟
۱۰۔ حدث کسے کہتے ہیں؟

(ب) نیچے کے جملوں کو غور سے پڑھیئے اور غلط جملوں کو صحیح کر کے لکھیے۔

- نجاست حقیقی اس ناپاکی کو کہتے ہیں جو آنکھوں سے نظر نہیں آتی ہے۔
- اگر نجاست حقیقی کپڑے، بدن، چارپائی، کرسی وغیرہ پر لگ جائے تو ان کو دس بار دھونا چاہئے۔۔
- پیشاب اگر لڑکی کا ہو تو صرف پانی چھڑک دینا کافی ہوگا۔
- اللہ کے بندوں کو ہمیشہ پاک وصاف رہنا چاہئے۔
- نجاست حکمی وہ ناپاکی ہے جو ہمیں نظر آتی ہے۔
- اللہ کو بھی خوب پاک وصاف رہنے والے لوگ نا پسند ہیں۔

نوٹ: اپنے کلاس کے ساتھ مل کر اپنے گاؤں کی صفائی کا ایک مہم بنائے اور سارے ساتھی مل کر اپنے گاؤں کے خاص خاص جگہوں کی صفائی کیجیے۔

سبق(۷)

نماز تہجد

نماز تہجد جس کو قیام اللیل بھی کہا جاتا ہے۔قرآن مجید میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔قرآن میں رسول ﷺ کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔دوسری جگہ مؤمنوں کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ نماز تہجد کا اہتمام کرتے ہیں۔حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔اللہ کے پیارے رسول ﷺ پابندی کے ساتھ نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔اس میں اتنا لمبا قیام کرتے کہ پیر سوج جاتا سجدہ بھی بہت لمبا ہوتا۔

آداب:اس نماز کے آداب میں سے ہے کہ سوتے وقت اس کی نیت کرلی جائے۔اٹھنے کے بعد مسنون دعا کی جائے۔اسی طرح پہلی دو رکعتیں ہلکی پھلکی ہوں۔اس کا یہ بھی ادب ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی جگایا جائے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو نماز ختم کرکے سو جائے۔

وقت: نماز تہجد کا وقت نماز عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔بہتر ہے کہ آدھی رات کے بعد پڑھی جائے۔البتہ افضل یہ ہے کہ رات کے تہائی حصہ میں پڑھی جائے۔

رکعت کی تعداد

اس کی رکعات کی تعداد کے بارے میں پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:''رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب طلوع فجر ہونے لگے تو وتر پڑھ لو''۔افضل ہے کہ وتر کے ساتھ گیارہ رکعتیں پڑھی جائے۔ویسے حضور ﷺ سے تیرہ،نو اور سات رکعتوں کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

قرأت : تہجد کی نماز میں قرأت جہری بھی کرسکتے ہیں اور سری بھی کرسکتے ہیں۔لیکن افضل ہے کہ آواز درمیانی ہو نہ زیادہ بلند ہو اور نہ بالکل پست۔حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی ﷺ گھر میں نماز پڑھ رہے ہوتے تو کمرہ والے آواز سن سکتے تھے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ نماز تہجد کا دوسرا نام کیا ہے؟

۲۔ تہجد کے نماز کی فضیلت بیان کیجیے۔

۳۔ اس نماز کے کیا کیا آداب ہیں لکھیے؟

۴۔ تہجد کی نماز کا وقت کیا ہے؟

۵۔ نماز تہجد کی رکعتوں کے بارے میں آپ جو جانتے ہیں لکھیے۔

۶۔ نماز تہجد کی قرأت کے بارے میں آپ جو کچھ جانتے ہیں، لکھیے۔

(ب) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے اور صحیح لفظ قوسین سے چن کر خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

❖ فرض نمازوں کے بعد سب سے..........نماز تہجد ہے۔ (افضل/اکبر/اصغر)

❖ اٹھنے کے بعد..........دعا کی جائے۔ (منقول/مسنون/محکوم)

❖ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم......کے ساتھ نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ (مسلسل/پابندی/کبھی کبھی)

❖ افضل ہے کہ..........رکعتیں پڑھی جائیں۔ (گیارہ/بارہ/چودہ)

(ب) نیچے کے جملوں کو غور سے پڑھ کر مناسب جوڑے ملائیے۔

● آپ ﷺ قیام اتنا لمبا .... نماز تہجد کا اہتمام کرتے ہیں۔

● رسول صلی اللہ علیہ وسلم .... کرتے کہ پیر سوج جاتا، سجدہ بھی لمبا ہوتا۔

● نماز تہجد میں قرأت .... رات کے تہائی حصہ میں پڑھی جائے۔

● افضل ہے کہ نماز تہجد .... جہری بھی کر سکتے ہیں اور سری بھی کر سکتے ہیں۔

نوٹ: اپنے کلاس کے ساتھی کے ساتھ مل کر گروپ کی شکل میں کسی خاص موقع سے تہجد پڑھنے کا منصوبہ بنائیے اور اس کی روداد لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیے۔

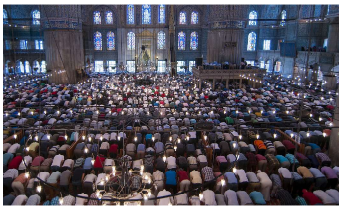

سبق (۸)

نماز تراویح

نماز تراویح کا حکم

نماز تراویح رمضان میں پڑھی جانے والی خاص نماز ہے۔تراویح سب کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔

فضیلت

قیام رمضان کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رمضان کے مہینے میں تراویح کی ترغیب دیتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے رمضان کے مہینے میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔

وقت

تراویح کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک ہے۔

رکعات

اس کی رکعات کے بارے میں کئی روایات اور علماء کے اقوال ہیں۔ایک قول ہے کہ یہ آٹھ رکعات ہے اور اس کے بعد وتر پڑھی جائے گی۔دوسرا قول بیس رکعات کا ہے۔اس کے علاوہ بعض صحابہ اور تابعین سے ۱۶/۲۴/۳۶/۳۸ اور ۴۰ رکعتیں وتر کے علاوہ پڑھنے کی بھی روایات ملتی ہیں۔

جماعت

تراویح کی نماز جماعت سے پڑھنا اور تنہا تنہا پڑھنا دونوں جائز ہے۔البتہ اس کا مسجد میں جماعت سے پڑھنا مستحب ہے۔

استراحت

تراویح کی نماز دو دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔ ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر نماز شروع کرنا مستحب ہے۔اسی وجہ سے اس کا نام نماز تراویح رکھا گیا ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ نماز تراویح کیا ہے؟

۲۔ تراویح کی نماز کا کیا حکم ہے؟

۳۔ اس نماز کی فضیلت بیان کیجیے۔

۴۔ نماز تراویح کا وقت کیا ہے؟

۵۔ نماز تراویح کی تعداد کے بارے میں علماء کرام کی کیا رائیں ہیں؟

۶۔ کیا یہ نماز تنہا پڑھی جا سکتی ہے؟

۷۔ نماز تراویح کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

(ب) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے اور صحیح لفظ قوسین سے چن کر خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

❖ پیارے رسول ﷺ لوگوں کو.......... کے مہینے میں تراویح کی ترغیب دیتے تھے۔ (رمضان/شوال)

❖ دوسرا.......... نماز وتر کے علاوہ بیس رکعات کا ہے۔ (فعل/قول/عمل)

❖ اس کا مسجد میں.......... سے پڑھنا مستحب ہے۔ (تنہا/جماعت)

❖ تراویح کی نماز.......... رکعت پڑھی جاتی ہے۔ (چار چار/دو دو)

نوٹ: اپنے کلاس کے ساتھیوں کے ساتھ قریب کی مسجد میں اس بار مکمل تراویح پڑھنے کا خاکہ بنایئے اور اپنے گاؤں کے ان بچوں کو بھی اس میں شامل کیجیے جو تراویح پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے اور اس کی رپورٹ اپنے کلاس ٹیچر کو دیجیے۔

سبق (۹)

قربانی

قربانی کا لغوی معنی ہوتا ہے وہ کام یا چیز جس کے ذریعہ سے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے خواہ وہ ذبیحہ ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور ہو۔ اصطلاح میں اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ اور بکری وغیرہ میں سے کوئی جانور عید الاضحیٰ اور ۱۱/۱۲ ذی الحجہ کے دن یا ایک دوسری رائے کے مطابق ۱۳ ذی الحجہ کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرنے کو قربانی کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی خوشی کے لیے ہر چیز کی قربانی دی، حتی کہ اپنے جگر کے ٹکڑے، نیک وصالح بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری چلا دی۔ اللہ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بچالیا اور ان کی جگہ مینڈھے کی قربانی دی گئی۔ اللہ کو اپنے پیارے خلیل کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اس کو رہتی دنیا تک کے لئے جاری وساری کر دیا۔ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قربانی کرتے تھے اور اپنی امت کو بھی کرنے کا حکم دیا اور اس کو کرنے پر ابھارا۔

قربانی کا حکم

قربانی کرنا ہر صاحب استطاعت آدمی پر واجب ہے۔ کچھ علماء وفقہاء اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ البتہ درج ذیل صورتوں میں بالاتفاق واجب ہے۔

- ❖ اگر کوئی شخص نذر کے ذریعہ اپنے اوپر قربانی واجب کرے تو اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔
- ❖ کسی جانور کے متعلق یہ نیت کر لی جائے کہ اس کی قربانی کرنی ہے۔
- ❖ اگر کوئی شخص حالت احرام میں شکار کے جانور کو قتل کر بیٹھا تو فدیہ کے طور پر اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔
- ❖ حج تمتع اور قران کرنے والے پر بھی قربانی واجب ہے۔

قربانی کا جانور

قربانی کا جانور مُسِنہ ہو، یعنی اس کے دودھ کے دانت جھڑ گئے ہوں۔ واضح رہے کہ اونٹ پانچ

سال میں، گائے اور بھینس تین سال میں اور بھیڑ، بکری دو سال کی عمر میں مسنہ ہو جاتی ہے۔ بعض علماء مجبوری میں بھیڑ کا بچہ ایک سال کا ہو جائے تو اس کی قربانی کی اجازت دے دیتے ہیں۔ افضل ہے کہ جانور موٹا تازہ اور صحت مند ہو۔ اندھا، کانا، لنگڑا، سنگ ٹوٹا، کان کٹا، اور اتنا بیمار کہ صرف ہڈی رہ جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

قربانی کے لئے قابل توجہ امور

قربانی کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ اپنی نیت کو خالص کر لے، یعنی صرف اللہ کی خوشی کے لئے قربانی کرے۔ اپنی حلال اور پاکیزہ کمائی سے قربانی کرے۔ ذی الحجہ کے چاند نظر آنے کے بعد سے اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

قربانی کا وقت

قربانی کا وقت عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے اور ۱۲ر ذی الحجہ تک رہتا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک تمام ایام تشریق یعنی ۱۳ر ذی الحجہ تک رہتا ہے۔ البتہ بہت سارے علماء کا موقف ہے کہ ۱۰ر ذی الحجہ کو قربانی کرنا افضل ہے۔ ہاں کوئی غرباء و مساکین کو زیادہ فائدہ پہنچانے کی نیت سے آخری دن کرتا ہے تو بعض علماء اسے افضل قرار دیتے ہیں۔ گوشت کی تقسیم

قربانی کے گوشت کو تقسیم کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ اس کو تین حصوں میں تقسیم کر دے۔ ایک حصہ غریب و نادار میں تقسیم کر دے، ایک حصہ اقرباء اور دوست و احباب کو کھلائے اور ایک حصہ خود کھائے۔ ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔ واضح رہے کہ قربانی کا گوشت یا اس کی کھال نہ اجرت میں دی جا سکتی ہے اور نہ ہی فروخت کی جا سکتی ہے۔

جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ

سب سے پہلے چھری کو خوب تیز کر لے، جانور کو قبلہ رخ لٹایا جائے اور اس کے پہلو پر پیر رکھ کر چھری چلائی جائے۔ چھری چلانے سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف دعائیں منقول ہیں۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا

أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ. اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ وَمِنْ فُلَان بن فُلَان بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ

ترجمہ: ''میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔'' اے اللہ میرے اور فلاں بن فلاں کی طرف سے قبول فرما۔ بسم اللہ اللہ اُکبر

افضل ہے کہ جانور کی قربانی دینے والا خود ذبح کرے اور خود کسی وجہ سے نہ کر سکتا ہو تو دوسرا آدمی بھی اس کی طرف سے ذبح کر سکتا ہے۔

ایک جانور میں شرکت: بھیڑ اور بکری کی قربانی صرف ایک آدمی کی طرف سے ہوگی۔ اونٹ ،گائے اور بھینس کی قربانی میں سات لوگ شریک ہوں گے۔

مشق

(الف) جواب دیجئے۔

۱۔ قربانی کا لغوی معنی کیا ہوتا ہے؟

۲۔ قربانی کا کیا حکم ہے؟

۳۔ قربانی کا جانور کیسا ہونا چاہیئے؟

۴۔ کن جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

۵۔ قربانی کرنے والوں کو کن چیزوں کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

۶۔ قربانی کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

۷۔ جانوروں کو ذبح کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

۸۔ گوشت کو تقسیم کرنے کا افضل طریقہ کیا ہے؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

قربانی کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ اپنی ....کو خالص کر لے، یعنی صرف اللہ کی ....کے لئے قربانی کرے۔ اپنی حلال اور پاکیزہ کمائی سے ....کرے۔ ذی الحجہ کے ....نظر آنے کے بعد سے اپنے بال اور ....نہ کاٹے۔

کچھ کرنے کے کام: ☆ قربانی کی دعا استاد سارے بچوں کو باری باری پڑھائیں اور یاد کروا کر کلاس میں ایک ایک طلبہ سے بلند آواز سے سنانے کو کہیں۔

☆ قربانی کے جانور کی دیکھ بھال آپ نے کس طرح سے کی اس پر ایک صفحہ کا مضمون لکھ کر اپنے کلاس ٹیچر سے چیک کروایئے۔

سبق (۱۰)

عقیقہ

عقیقہ کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں۔شرعی اور اصطلاحی مفہوم میں نومولود بچہ/بچی کی جانب سے جانور ذبح کیے جانے اور اس کے بال تراش کر اس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنے کو عقیقہ کہتے ہیں

عقیقہ کی مشروعیت

بعض فقہاء اس کے وجوب کے قائل ہیں، جب کہ کچھ لوگ اس کو سنت کہتے ہیں اور بعض فقہاء اس کو مستحب عمل کہتے ہیں۔

عقیقہ کے احکام

بچے کی پیدائش کے ساتویں دن لڑکا ہو تو دو بکرے اور لڑکی ہو تو ایک بکرا ذبح کیا جائے گا۔لیکن اگر وسعت نہ ہو تو لڑکے کے عقیقہ میں بھی ایک بکرا ذبح کر سکتے ہیں۔بعض علماء کی رائے ہے کہ اگر ساتویں دن عقیقہ نہیں کیا جاسکا تو چودھویں یا اکیسویں دن بھی کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح بعض علماء ساتویں دن عقیقہ نہ کرسکنے کی صورت میں کسی دن بھی عقیقہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔فقہاء کرام بکرا یا بکری کے علاوہ جن جانوروں کی قربانی جائز ہے، عقیقہ میں ان کے ذبح کرنے کے بھی قائل ہیں۔اس میں بھی دو روایتیں ہیں ایک رائے ہے کہ اونٹ، گائے اور بھینس بھی بکرا کی طرح ایک جانور ہی ذبح کیا جائے گا۔ دوسری رائے ہے کہ جس طرح قربانی میں سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔عقیقہ میں میں بھی لڑکا ہو تو دو حصہ اور لڑکی ہو تو ایک حصہ لیا جائے گا۔عقیقہ کے ہی دن بچے کا نام رکھا جائے، اس کا بال تراش کر اس کے برابر چاندی صدقہ کردی جائے۔

عقیقہ کا گوشت بھی قربانی کے گوشت کی طرح تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کیا جائے، ایک رشتہ داروں اور دوست واحباب کو کھلایا جائے اور ایک خود کھائے۔واضح رہے کہ ان کا حصہ کرتے ہوئے برابر کرنا ضروری نہیں ہے۔ضروریات کے لحاظ سے مقدار کم وبیش ہوسکتی ہے۔

عقیقہ کا جانور بھی قربانی کے جانور کی طرح مسنہ، صحتمند اور عیوب سے پاک ہو یعنی کانا، لنگڑا، کان کٹا، دم کٹا، سینگ ٹوٹا یا اتنا لاغر نہ ہو کہ بدن میں ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوں۔ عقیقہ کا گوشت یا کھال بھی نہ بیچی جاسکتی ہے اور نہ ہی اجرت میں دی جاسکتی ہے۔

عقیقہ کی حکمت اور فوائد

❖ اسلام میں نومولود کے حقوق بھی اپنا ایک اہم مقام رکھتے ہیں، ان حقوق میں عقیقہ بھی شامل ہے ۔

❖ بعض روایات میں ہے کہ ''جب تک (مولود کا) عقیقہ نہ کیا جائے، برکت وسعادت میں سے اسے بہت کم حصہ ملتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عقیقہ کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''عقیقہ کا تعلق شفاعت سے ہے۔ اگر مولود بچپن میں مرگیا اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔

❖ صحیح بخاری کی سلمان بن عامر الضبی والی حدیث کی رو سے عقیقہ کرنے سے بچے کی اذیت دور ہوتی ہے۔

❖ عقیقہ، مولود کی طرف سے مصائب وآفات سے محفوظ رہنے کا فدیہ ہے۔

❖ شرائع اسلام کی اقامت پر فرحت ومسرت کا اظہار ہے۔

❖ احیائے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیر وبرکت اور اجر عظیم کا باعث ہے۔

❖ مولود کی ولادت پر اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

❖ مولود کی آمد کی خوشی میں دعوت طعام کے لئے جمع ہونے والوں کے مابین عدل اجتماعی، الفت، محبت اور معاشرے کے اجتماعی روابط کو مستحکم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

❖ معاشرے کے پسماندہ، غریب، فاقہ زدہ اور محروم طبقہ کی مدد ہوتی ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجئے۔

۱۔ عقیقہ کسے کہتے ہیں؟

۲۔ اس کی مشروعیت کیا ہے؟

۳۔ عقیقہ کا کیا حکم ہے؟

۴۔ اس میں کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں؟

۵۔ کیا عیب والے جانور سے عقیقہ کرنا جائز ہے؟

۶۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عقیقہ کی کیا حکمت بیان کرتے ہیں؟

۷۔ عقیقہ کرنے سے نومولود بچے کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

(ب) صحیح جملہ کے سامنے صحیح (✓) اور غلط جملہ کے سامنے غلط (×) کا نشان لگائیے۔

- اگر وسعت ہو تو لڑکی کے عقیقہ میں دو بکریاں ذبح کر سکتے ہیں۔ (   )
- عقیقہ کا گوشت بھی قربانی کے گوشت کی طرح تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (   )
- اسلام میں نومولود کے حقوق کوئی مقام نہیں رکھتے ہیں۔ (   )
- عقیقہ کے دن بچے کا نام رکھا جائے۔ (   )
- عقیقہ کا جانور کا مسنہ، صحتمند اور عیوب سے پاک ہونا ضروری نہیں۔ (   )
- عقیقہ مولود کی ولادت پر اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ (   )

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

عقیقہ کا جانور بھی قربانی کے......کی طرح مسنہ، صحتمند اور عیوب سے............ہو یعنی کانا، لنگڑا، کان کٹا، دم کٹا، سینگ ٹوٹا یا اتنا......نہ ہو کہ بدن میں ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوں۔............کا گوشت یا............بھی نہ بیچی جا سکتی ہے اور نہ ہی............میں دی جا سکتی ہے۔

کچھ کرنے کا کام: اپنے چھوٹے بھائی یا بہن کے عقیقہ کے بارے ایک صفحہ کا مضمون لکھیں جس میں کچھ دلچسپ یادداشت بھی ہو۔

سبق (۱۱)

سیرت حضرت محمد ﷺ

(فتح مکہ کے بعد)

فتح مکہ کے بعد

فتح مکہ کے بعد پیارے رسول ﷺ ۸ ھجری کے اواخر میں مدینہ تشریف لائے۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے لمبا قیام فرمایا۔ اس درمیان جو وفود باہر سے آتے ان کا استقبال فرماتے رہے، صحابہ کرام کی تعلیم اور تزکیہ کرتے رہے، اور مفتوحہ علاقوں میں حکومت کے عمال بھیجتے رہے۔ ان کاموں کے ساتھ ساتھ داعیان دین کو روانہ کرتے رہے۔ جن لوگوں کو اس عدل وقسط کے ساتھ امن وامان اور ترقی وخوشحالی قائم کرنے والی حکومت کو تسلیم کرنے اور اللہ کے دین میں داخل ہونے میں تکبر مانع تھا، انہیں سرنگوں کرتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً سولہ قبیلوں کے پاس زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عمال روانہ فرمائے۔ جس کی ابتداء محرم الحرام ۹ ھ سے ہوئی۔

سرایا

ایک طرف لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ جزیرۃ العرب کے بڑے بڑے علاقوں میں امن وامان قائم ہو چکا تھا۔ دوسری طرف کچھ لوگ بدامنی پھیلا رہے تھے۔ ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے متعدد فوجی مہمات بھیجنی پڑیں۔ جس کی فہرست ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

۱۔ سریہ عیینہ بن حصین فرازی

بنوتمیم نے بعض قبائل کو بھڑکا کر جزیہ دینے سے روک دیا تھا۔ ان کے لئے حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ کو پچاس سواروں کی کمان دے کر بھیجا۔ یہ لوگ رات کو چلتے اور دن میں کو چھپتے ہوئے آگے بڑھتے۔ یہاں تک کہ صحرا میں ان کو پالیا اور ان پر حملہ بول دیا۔ بنوتمیم پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ ان کے گیارہ مرد، اکیس عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کر کے مدینہ لایا گیا۔ پھر اپنے قیدی چھڑانے کے لئے بنوتمیم کے دس سردار

آئے۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ کر باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، اس کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ بنو تمیم کے سرداروں نے فخر و مباہات پر مقابلے کی خواہش ظاہر کی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خطیب اسلام حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے جوابی تقریر کی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے شاعر زبرقان بن بدر کو آگے بڑھایا۔ اس نے کچھ فخریہ اشعار کہے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا جواب شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیا۔ یہ سن کر اقرع بن حابس نے کہا ''ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ پرزور اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ زور بیاں ہے۔ ان کی آوازیں ہماری آوازں سے زیادہ اونچی اور ان کی باتیں ہماری باتوں سے زیادہ بلند پایہ ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدی عورتیں اور بچے ان کو واپس کر دئے اور ان کو بہترین تحائف سے نوازہ۔

صفر ۹ھ میں حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ کو بیس آدمیوں کے ساتھ قبیلہ خثعم کی جانب روانہ کیا۔ قطبہ رضی اللہ عنہ تو شہید ہوگئے۔ تاہم مسلمانوں کو فتح ہوئی اور وہ بھیڑ، بکریاں اور بال بچوں کو مدینہ پکڑ لائے۔

ربیع الاول ۹ھ میں بنو کلاب کو دعوت دینے کے لئے ایک وفد روانہ کیا گیا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے جنگ چھیڑ دی۔ مسلمانوں نے انہیں شکست دی۔ ربیع الاول ۹ھ ہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں قبیلہ نبو طے کے بت کو ڈھانے کے لئے ایک سریہ بھیجا گیا۔ جس میں ایک سو اونٹ پچاس گھوڑ سوار سمیت کل ایک سو پچاس لوگ تھے۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ عدی بن حاتم بھاگ نکلے اور ان کی بہن قیدیوں کے ساتھ مدینہ لائی گئیں۔ انہوں نے رحمت للعلمین ﷺ سے رحم کی اپیل کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ پھر سواری کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بھی فراہم کر دی۔ جب وہ شام میں اپنے بھائی کے پاس پہنچی تو انہوں نے بھائی سے کہا ''وہ تمہارے باپ سے بھی زیادہ سخی ہیں تم ان کے پاس رغبت اور خوف کے ساتھ جاؤ'' چناچہ عدی کسی امان یا تحریر کے بغیر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سوال و جواب کے انداز میں اسلام سمجھایا۔ سنتے ہی انہوں کہا ''میں ایک رخا مسلمان ہوں'' یہ سن کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت

خوش ہوئے ، ان کو ایک انصاری کے یہاں ٹھہرا دیا اور وہ صبح شام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

غزوہ تبوک

فتح مکہ کے بعد مدینہ ایک مستحکم ریاست کے طور پر وجود میں آ گیا تھا۔ جو چھوٹے قبائل امن و امان کے لئے خطرہ بن رہے تھے۔مختلف سرایا کے ذریعہ ان پر بھی قابو پا لیا گیا تھا۔ادھر عرب کے جن علاقوں پر رومیوں نے قبضہ کر رکھا تھا وہاں کے باشندوں میں بھی آزادی کی لہر دوڑنے لگی تھی۔ جس سے شاہ روم کا چوکنا ہونا لازمی اور فطری عمل تھا۔

روم نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ انہی دنوں ۹ھ میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلاء کرلیا یعنی ان سے الگ ہو کر بالا خانہ میں علیٰحدگی اختیار کر لی تھی۔ ابتداء میں حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دے دی ہے۔اس سے ان میں رنج وغم پھیل گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ اگر دنیا کی آسائش اور آسانیاں چاہیئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں گے اور اپنی خوشی سے اپنی زندگی گزاریں یا اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ہی رہنا چاہیں گی تو تنگی اور فقر کی زندگی ہے پر قناعت کرنا ہوگا۔ ساری ازواج مطہرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنے پر رضامندی ظاہر کی۔

رومیوں کی جنگی تیاریوں کی خبریں مسلسل معلوم ہو رہی تھیں۔ ایک دن یہ خبر آئی کہ ہرقل نے چالیس ہزار لشکر جرار تیار کیا ہے اور روم کے ایک عظیم کمانڈر کو اس کی کمان سونپی ہے۔ اپنے جھنڈے تلے لخم وجذام وغیرہ عیسائی قبائل کو بھی شامل کر لیا ہے اور اس کا ہراول دستہ بلقاء پہنچ گیا ہے۔

ایک طرف یہ بڑا خطرہ سامنے کھڑا تھا دوسری طرف موسم سخت گرمی کا تھا،لوگ قحط سالی اور تنگی سے دوچار تھے اور کھجور پک کر تیار تھی۔ سفر بھی لمبا تھا اور سواری بھی کم تھی۔لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو حالات کا باریکی سے جائزہ لے رہے تھے،انہوں نے فی الفور جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اعلان فرما دیا کہ لڑائی کی تیاری کریں۔

قبائل عرب اور مکہ کو بھی پیغام بھیجا کہ لڑائی کے لئے نکل پڑیں۔ یہ اعلان سنتے ہی مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ سوائے بیمار، معذور اور منافقین کے کسی نے اس غزوہ سے پیچھے رہنا پسند نہیں کیا۔ البتہ تین صاحب الایمان مسلمان بھی کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے۔ جنگ سے واپسی پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سماجی مقاطعہ کیا۔ چالیس دنوں کے بعد تو اپنی بیویوں سے بھی الگ رہنے کا حکم دے دیا گیا۔ ان بزرگوں نے صدق دل سے توبہ واستغفار کیا۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور جب توبہ کی قبولیت کی آیت نازل ہوئی تو وہ لوگ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ چونکہ اس جنگ میں بہت زیادہ مال کی بھی ضرورت تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑھ چڑھ کر مالی قربانی کی ترغیب دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دل کھول کر صدقات دئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں جو کچھ تھا سب لا کر جمع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس جو کچھ تھا اس کا آدھا لا کر حاضر کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کل نو سو اونٹ پالان اور کجاوے سمیت ایک سو گھوڑے انیس کیلو چاندی اور ساڑھے پانچ کیلو سونے کے سکے اس غزوہ کے لئے صدقہ کیا۔ اسی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو کرے انہیں ضرر نہ ہوگا۔'' ادھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ساڑھے انیس کیلو چاندی لے آئے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ تیرہ ٹن کھجور لے آئے۔ عورتوں نے اپنے زیورات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ ہر صحابی نے اس کار خیر میں حصہ لیا۔ جس سے جو کچھ ہوا وہ لے کر حاضر ہو گیا۔ کسی نے تو رات بھر مزدوری کی اور جو کچھ مزدوری ملی وہ لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اسلامی لشکر تبوک کی راہ میں

تیس ہزار کا یہ عظیم لشکر جمعرات کے دن تبوک کے لئے روانہ ہوا۔ مسلمانوں نے بڑے پیمانے پر مال دیا تھا۔ لیکن پھر بھی توشے اور سواری کی بڑی کمی تھی۔ اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں پر ایک اونٹ تھا۔ کھانے کی کمی کی وجہ سے بسا اوقات پتیاں تک چبا کر بھوک مٹانے کی نوبت آجاتی تھی۔

اسلامی لشکر تبوک میں اتر کر خیمہ زن ہوا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت بلیغ خطبہ دیا۔ جس سے فوج کا حوصلہ بلند ہوا۔ دوسری طرف رومیوں کا یہ حال ہوا کہ لشکر کی آمد کی خبر سن کر ان میں خوف پیدا

ہو گیا۔ ان میں مقابلے کی ہمت نہ ہوئی اور مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ اس کا پورے جزیرۃ العرب میں بہت اچھا اثر پڑا۔ لوگ گروہ در گروہ ایمان لانے لگے اور جو ایمان نہیں لائے وہ جزیہ کی ادائیگی کا معاہدہ کر کے اسلامی سلطنت کی ماتحتی قبول کر لیتے۔ اس طرح اسلامی حکومت کی سرحدیں براہ راست رومی سرحد سے جاملیں۔

مدینہ واپسی

تبوک میں بیس دن مقیم رہنے کے بعد رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کامیاب و کامران مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ البتہ واپسی کے سفر میں بارہ منافقین کے ایک گروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے۔ جو اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ تھے جو اونٹنی ہانک رہے تھے۔ قدموں کی چاپ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جانب بھیجا۔ انہوں نے ان کی سواریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے ضرب لگائی۔ ان پر خوف طاری ہو گیا اور بھاگ کر لوگوں میں جا ملے۔ ان کے چہرے ڈھکے ہونے کی وجہ سے پہچانے نہیں جا سکے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ سلم نے ان کے نام اور ارادے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتائے۔

۹ رھجری کے بعض اہم واقعات

- تبوک سے واپسی کے بعد عویم عجلانی اور ان کی بیوی کے درمیان لعان ہوا۔
- غامدیہ کو رجم کیا گیا۔
- اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ نے وفات پائی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کی صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔
- رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے وفات پائی۔

حضرت ابوبکرؓ کے زیرِ امارت حج

۹ھ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسک حج قائم کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ ان کے حج کے لئے روانہ ہوجانے کے بعد سورہ برأت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا۔ جس میں مشرکین کے عہد و پیمان کے بارے میں احکامات نازل ہوئے ہوئے تھے۔ اس کو لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ حج کے مجمع عام میں یہ پڑھ کر سنا دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ دسویں تاریخ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں کو وہ آیات پڑھ کر سنائیں۔ اسی کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت بھیج کر یہ اعلان عام کرایا کہ آئندہ سے کوئی غیر مسلم حج نہیں کرسکتا اور نہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف کرسکتا ہے۔

حجۃ الوداع

دین مکمل ہوگیا اور اللہ کی الوہیت کا اثبات اور اس کے ماسوا کی الوہیت کی نفی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بنیاد پر ایک مکمل نظام زندگی کی تعمیر و تشکیل ہوگئی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ احساس ہونے لگا تھا کہ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا زمانہ اختتام کے قریب ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ۱۰ھ میں یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرماتے ہوئے منجملہ اور باتوں کے فرمایا: ''اے معاذ! غالباً تم مجھ سے میرے اس سال کے بعد نہ مل سکو گے، غالباً میری اس مسجد اور میری اس قبر کے پاس سے گذرو گے''۔ حضرت معاذ یہ سن کر رونے لگے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج مبرور کے لئے اپنے ارادے کا اعلان فرمایا تو مسلمان حج کے لیے جوق در جوق پہنچنے لگے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے مناسک سیکھے۔ سنیچر کے دن جب ذی القعدہ کے چار دن باقی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں میں کنگھی کی، تیل لگایا، تہبند پہنا، چادر اوڑھی، قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنایا اور ظہر کے بعد کوچ فرمایا۔ عصر تک ذوالحلیفہ پہنچ گئے وہاں عصر کی نماز سے پہلے احرام کے لئے غسل کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوشبو لگائی۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند پہنا، چادر اوڑھی، ظہر کی نماز پڑھی اور حج و عمرہ کی نیت کرتے ہوئے صدائے لبیک بلند فرمائی۔ اونٹ پر سوار ہوئے دوبارہ

بلند آواز سے لبیک کہا، اس کے بعد کھلے میدان میں آئے وہاں بھی بلند آواز سے لبیک کہا۔ پھر ہفتہ بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر جاری رکھا۔ مکہ سے قریب ذی طویٰ شام کے وقت پہنچنے کے بعد وہیں رات گذاری۔ فجر کی نماز کے بعد غسل فرمایا اور ۴؍ذی الحجہ ۱۰ھ اتوار کے دن صبح مکہ میں داخل ہوئے، عمرہ کیا، لیکن احرام نہ اتارا، البتہ جو لوگ اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لائے تھے۔ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال ہونے کے لئے کہا۔ لوگوں کو تردد ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہدی اپنے ساتھ نہ لاتا تو میں بھی حلال ہو جاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے خوشی خوشی حکم پر عمل کیا۔ ۸؍ذی الحجہ کو منیٰ تشریف لے گئے۔ رات وہیں قیام کیا۔ ۹؍ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد عرفہ کو چل پڑے۔ وہاں کچھ دیر آرام فرمایا، جب سورج ڈھل گیا تو ظہر وعصر کی نماز پڑھ کر بطن وادی میں تشریف لائے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار انسانوں کا سمندر تھا۔ ان کے درمیان ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔

اس کے بعد لوگوں سے پوچھا کیا میں نے اللہ کا دین تم تک پہنچا دیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کر دی اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا: ”اے اللہ گواہ رہ۔ پھر وقوف پر تشریف لے گئے اور سورج کے غروب ہونے تک قبلہ رخ ہو کر وقوف فرمایا۔ سورج غروب ہو جانے کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھایا اور مزدلفہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھیں۔ اس کے بعد لیٹ گئے۔ صبح نمودار ہوتے ہی اذان و اقامت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی منیٰ کی طرف چل پڑے۔ اب کی بار حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور جمرہ عقبہ پر پہنچ کر اس کو سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے تھے۔ اس کے بعد قربان گاہ تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے ۶۳؍اونٹ کی قربانی دی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔ انہوں نے ۳۷؍اونٹ ذبح کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہر اونٹ سے ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر ہانڈی میں ڈال کر پکایا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گوشت میں سے کچھ کھایا اور اس کا شوربا پیا۔ پھر مکہ تشریف لے گئے اور طواف افاضہ کیا۔ اس دن بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔ پھر منیٰ تشریف لائے اور وہاں سے ۱۳؍ذی الحجہ کو روانہ ہوئے۔ ۱۱، ۱۲ اور ۱۳؍ذی الحجہ کو تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں ماریں۔ ایام تشریق میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔ مدینہ روانگی سے پہلے طواف وداع فرمایا۔

آخری مہم

روم کے حکمراں کے گھمنڈ کو گوارہ نہ تھا کہ وہ اسلام اور مسلمان کو برداشت کرے۔ اسی لئے اس کے زیر حکمرانی علاقے میں کوئی ایمان لاتا تو اسے اذیت دی جاتی بلکہ اس کے جان کی خیر نہ رہتی۔ اس کے ظلم وستم سے نجات دلانے کے لئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر ۱۱ھ میں بڑے لشکر کی تیاری شروع کر دی۔ لشکر روانہ ہو کر مدینہ سے تین میل دور مقام جرف میں خیمہ زن ہوا۔ لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی تشویش ناک خبر سن کر آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی روانہ فرمایا۔

رفیق اعلی کی جانب

۲۹ صفر ۱۱ھ سوموار کے دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے میں بقیع تشریف لے گئے واپسی میں راستے ہی میں درد شروع ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں گیارہ دن نماز پڑھائی۔ مرض کی کل مدت ۱۳ یا ۱۴ دن تھی۔ وفات سے پانچ دن قبل جسم کی حرارت میں مزید شدت آ گئی۔ جس کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی اور غشی طاری ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھ پر مختلف قسم کے مشکیزے سے پانی بہاؤ تاکہ میں لوگوں کے پاس جا کر وصیت کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لگن میں بٹھایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا پانی ڈالا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بس بس کہنے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ راحت محسوس ہوئی۔ مسجد کے منبر پر تشریف لے گئے اور بیٹھ کر خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا: ''یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تم لوگ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کیا اور یتیموں کے بارے میں وصیت فرمائی۔ وفات سے ۴ دن پہلے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک یہ کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دینا۔ دوسرے اس بات کی کہ وفود کی اس طرح نوازش کرنا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا۔ جب مرض کی شدت کی وجہ سے مسجد میں جانے

کی طاقت نہ رہی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کو کہلوا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔وفات سے ایک دن قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد کردیا، پاس میں سات دینار تھے اس کو بھی صدقہ کردیا۔

سوموار کو مسلمان نماز فجر میں مصروف تھے کہ اچانک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹایا۔مسلمان خوش ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں ،لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو اور اندر تشریف لے گئے۔چاشت کے وقت اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کی اور وہ رونے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر بلایا اور سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار بتایا کہ وہ اس مرض میں وفات پا جائیں گے،تو میں رونے لگی اور دوسری بار بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے میں جاؤں گی ،تو میں ہنسنے لگی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر چوما۔ازواج مطہرات کو بلا کر نصیحت فرمائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی نصیحت فرمائی۔الصلاۃ الصلاۃ وما ملکت ایمانکم۔یعنی نماز کی پابندی کرنا اور غلام ولونڈی کے حقوق کا خیال رکھنا۔پھر نزع کی حالت شروع ہو گئی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی اٹھائی ،نگاہ چھت کی طرف بلند کی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کان لگایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے۔ان انبیاء،صدقین،شہداء اور صالحین کے ہمراہ جنہیں انعام سے نوازہ۔اے اللہ! مجھے بخش دے،مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے۔اے اللہ! رفیق اعلیٰ،آخری فقرہ تین بار دہرایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے اور آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جالاحق ہوئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔یہ واقعہ ۱۲؍ربیع الاول ۱۱ھ سوموار کے دن چاشت کے وقت پیش آیا۔اس وقت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال چار دن ہو چکی تھی۔

تجہیز وتکفین اور تدفین

اہل خانہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔اسی کے ساتھ خلافت پر بحث چڑھ

گئی۔آخر کار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہو گیا۔اس میں سوموار کا پورا دن گذر گیا۔منگل کے دن کپڑے اتارے بغیر غسل دیا گیا۔اس کے بعد تین سفید یمنی چادروں میں دفن کیا گیا۔وہ بستر اٹھایا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری سانس لی تھی۔اس کے نیچے قبر کھودی گئی۔اس کے بعد باری باری دس دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حجرے میں تشریف لا کر نماز جنازہ پڑھی۔جنازہ پڑھنے میں منگل کا پورا دن گذر گیا اور بدھ کی رات آگئی، رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد پاک کو سپرد خاک کیا گیا۔

مشق

(الف) جواب دیجیے۔

ا۔ قیام مدینہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ سلم نے کون کون سے کام انجام دیئے؟
۲۔ زکوٰۃ وصولی کا کام کب شروع ہوا؟
۳۔ اقرع بن حابس کے ساتھیوں نے کس طرح سے اسلام قبول کیا تھا؟
۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں سریہ کب کہاں بھیجا گیا؟
۵۔ رومیوں کے خلاف مسلمانوں کی جنگ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا صدقہ کیا تھا؟
۶۔ جنگ تبوک میں کیا ہوا تھا؟
۷۔ تبوک سے واپسی کے دوران منافقین نے کیا ناپاک کوشش کی تھی؟
۸۔ ”کوئی غیر مسلم اور کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتا“ یہ اعلان کس ہجری میں ہوا؟
۹۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو کب اور کہاں کا گورنر بنایا گیا تھا؟
۱۰۔ میدان عرفہ میں رسول اللہ ﷺ کے اردگرد کتنے لوگ تھے؟
۱۱۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں لشکر کیوں روانہ کیا گیا تھا؟

۱۲۔ کتاب وسنت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کیا وصیت فرمائی تھی؟

۱۳۔ فاطمہؓ کے رونے اور ہنسنے کی وجہ بتائیے۔

۱۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد پاک کو کب سپرد خاک کیا گیا؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

دین......ہو گیا اور اللہ کی الوہیت کا............اور اس کے ماسوا کی الوہیت کی......اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بنیاد پر ایک مکمل............زندگی کی تعمیر و تشکیل ہو گئی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ احساس ہونے لگا تھا کہ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے......کا زمانہ اختتام کے قریب ہے۔ چنانچہ حضرت......بن جبل رضی اللہ عنہ کو ۱۰ ھ میں......کا گورنر بنا کر روانہ فرماتے ہوئے منجملہ اور باتوں کے فرمایا: ''اے معاذ! غالباً تم......سے میرے اس سال کے بعد نہ مل سکو گے، غالباً میری اس......اور میری اس قبر کے پاس سے گذرو گے''۔ حضرت معاذ یہ سن کر............لگے۔

سبق (۱۲)

حضرت آدم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور انہیں سے ان کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام کو بنایا۔ان دونوں سے دنیا کے مرد وعورت کی پیدائش کی شروعات ہوئی۔حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں اور اس دنیا میں بسنے والے تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام کی اولاد ہیں۔حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی حیثیت سے پوری دنیا کے سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔چاہے کسی ملک اور کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں،ان کا رنگ چاہے کالا ہو یا گورا،وہ امیر ہوں یا غریب سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ان کے درمیان کسی قسم کا اونچ نیچ اور بھید بھاؤ درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان بناؤں گا اور اس کو زمین میں خلیفہ بناؤں گا۔تاکہ میری مرضی کے مطابق وہاں کا انتظام چل سکے۔ فرشتوں نے جب اللہ پاک کی یہ بات سنی تو کہا:''اے اللہ! کیا تو زمین میں ایسی مخلوق بنائے گا جو فساد پھیلائے گی ور آپس
میں خون خرابہ کرے گی؟''اللہ تعالیٰ نے جواب دیا''جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے''۔پھر اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔،ان کے نام ان کی خاصیت اور ان کے اقسام سے آگاہ کیا۔انہیں اس علم کی دولت سے مالا مال کیا جس سے وہ زمین کا انتظام وانصرام بہتر طریقہ سے چلا سکیں۔یہ علم اللہ نے فرشتوں کو نہیں دیا تھا۔فرشتوں نے کہا اے اللہ!''تو ہر نقص سے پاک ہے ہمیں صرف انہیں چیزوں کا علم ہے جن کے بارے میں تو نے ہمیں سیکھایا۔بے شک تو بڑا علم والا اور بڑا دانا(عقلمند) ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس

جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی میں روح پھونکی اور وہ مکمل انسان بن گیا تو اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔سب نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور حضرت آدم علیہ

السلام کوسجدہ کیا۔صرف ابلیس جوجنوں میں سے تھانے حکم عدولی کی اور کہا میں کیوں سجدہ کروں۔ میں اس سے افضل ہوں۔ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ابلیس کبرو غرور میں مبتلا ہو گیا اور اللہ کی نافرمانی کرڈالی۔اللہ کوتکبر ذرا بھی پسند نہیں۔اللہ نے اسے حکم دیا تم جنت سے نکل جاؤ۔تم پر قیامت کے دن تک لعنت ہے۔اس دن سے شیطان آدم علیہ السلام کا دشمن بن گیا۔ ان سے بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔اس نے اس بات کا اعلان کیا تھا ''میں تیری سیدھی راہ پر انسانوں کی گھات میں رہوں گا پھر آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں، ہر طرف سے اسے گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کوشکر گذار نہیں پائے گا''

اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو جنت میں رکھا۔ان کو اس کی ساری چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی۔صرف ایک درخت کے پاس جانے سے منع کیا۔ابلیس نے ان دونوں کو یہ کہ کر بہکایا کہ اللہ تعالی نے تمہیں اس درخت سے صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔اس طرح ان دونوں کو دھوکا دے کر اپنے ڈھب پر لے آیا۔حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر اللہ کی نافرمانی کر ڈالی، اس ممنوعہ درخت کا مزا چکھ لیا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے۔شرم کے مارے درخت کے پتوں سے اپنا جسم ڈھانکنے لگے۔فوراً انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اللہ سے معافی مانگی۔ ربنا ظلمنا أنفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین (الاعراف) ''اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے''۔

اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔اللہ غفور اور رحیم ہے۔وہ سچے دل سے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔البتہ اپنے منصوبہ کے مطابق ان دونوں کو اپنی اس زمین پر بھیجنے کا حکم دیا۔جس کو انسان کے زندگی بسر کرنے کے لائق بنایا تھا اور اس کو زندگی گزارنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی سب مہیا فرمادی تھی۔اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو حکم دیا۔ **اِهبِطُوا مِنهَا جَمِيعاً**

(البقرہ ۳۸/۲) ''تم دونوں یہاں سے ایک ساتھ اتر جاؤ'' اور یاد رکھو شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔تم کو ایک خاص مدت تک زمین میں زندگی گزارنی ہے۔وہاں تمہارے پاس میری جانب سے ہدایت آئیگی۔ جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کوئی خوف اور غم نہ ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو اولاد دی اور ان کی اولاد کو اولاد دی۔اس طرح انسانی آبادی کا ایک سلسلہ قائم ہوا۔جوں جوں آبادی بڑھتی گئی وہ مختلف علاقوں اور خطوں میں آباد ہوتے گئے۔علاقائی آب و ہوا کے اثرات سے ان کے رنگ اور قد و قامت میں اختلاف پیدا ہوا۔ان کی زبانیں مختلف ہوتی گئیں۔پہچان کے لیے مختلف قبائل اور برادریاں وجود میں آئیں۔اللہ نے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام پر اپنی ہدایات نازل فرمائیں۔وہ خود بھی ان کے مطابق عمل کرتے اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔

اس وقت دنیا میں جتنے لوگ تھے سب ایک امت تھے۔ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے۔شرک اور بت پرستی سے کافی دور تھے۔شیطان کو یہ سب بالکل پسند نہیں تھا۔اس نے لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا کیا کہ یادگار کے طور پر وہ اپنے بڑے لوگوں کی تصویریں بنائیں۔لوگوں نے یہ کام شروع کر دیا۔لوگ کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ یہ تمہارے باپ دادا کی طرح محترم ہیں۔اس طرح سے تصاویر کی جگہ مجسمے بنائے جانے لگے۔ان کو مقدس سمجھنے لگے۔اس کے بعد کے لوگوں نے انہیں مقدس جانتے ہوئے اس کی پرستش شروع کر دی۔اس سے دعا مانگنے لگے۔ان کے لیے نذر و نیاز کرتے۔چڑھاوے چڑھاتے۔اس طرح بت پرستی عام ہوگئی۔شیطان اپنی چال میں کامیاب ہوگیا۔اسی طرح شیطان نے انسان کے دل میں دنیا کے چھوٹے چھوٹے مفادات اور خود غرضی ڈال دی۔اس نے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کے لیے ہدایات میں کمی بیشی کر دی، اس کو بھلا دیا اور گمراہ ہوگئے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے انبیاء اور رسولوں کا سلسلہ شروع کیا۔سب سے اخیر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ سلم کو اپنا آخری ہدایت نامہ قرآن مجید دے کر بھیجا۔اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی۔

مشق

(الف) جواب دیجیے۔

۱۔ سارے انسان کس حیثیت سے آپس میں بھائی بھائی ہیں؟

۲۔ اللہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں سے کیا کہا؟

۳۔ اللہ نے زمین پر بھیجنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو کہاں رکھا؟

۴۔ کیا انسانوں کے درمیان کسی قسم کا اونچ نیچ اور بھید بھاؤ درست ہے؟

۵۔ ابلیس نے کیوں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا؟

۶۔ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہا السلام کس کے بہکاوے میں اللہ کی نافرمانی کی؟

۷۔ اللہ کن لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے؟

۸۔ بت پرستی کا آغاز کیسے ہوا؟

۹۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لیے کیا انتظام فرمایا؟

۱۰۔ آخری ہدایت نامہ کیا ہے اور اس کی حفاظت ذمہ کس نے لیا ہے؟

(ب) مناسب جوڑے ملائیے۔

(الف)	(ب)
❖ مٹی سے	شیطان کو پیدا کیا گیا۔
❖ سارے انسان	حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔
❖ پہلے انسان	غفور اور رحیم ہے۔
❖ آگ سے	آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
❖ اللہ	حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔
❖ پہچان کے لیے	کھلا ہوا دشمن ہے۔

❖ شیطان انسان کا   مختلف قبائل اور برادریاں وجود میں آئیں۔

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت .... نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر اللہ کی .... کر ڈالی، اس ممنوعہ درخت کا...... چکھ لیا تو ان دونوں کے......ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے۔ شرم کے مارے درخت کے............ سے اپنا جسم ڈھانکنے لگے۔فوراً انہیں اپنی............کا احساس ہوا اور اللہ سے............ مانگی۔

کچھ کرنے کا کام: ☆ ابلیس کی تاریخ معلوم کر کے اس پر مضمون لکھ کر اپنے استاد سے چیک کروایئے۔

سبق ۱۴

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا اصل وطن عراق تھا۔آپ علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول تھے۔حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔اس وقت کے بڑے بڑے بت ود،سواع، یغوث، یعوق اورنسر تھے۔ساری قوم اس وقت ان بتوں کی پوجا میں مگن تھی۔

انہوں نے اپنی قوم کو صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا۔اپنی قوم کے لوگوں سے کہا:''اے لوگو! اپنے رب سے معافی مانگو۔اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔اللہ تعالیٰ تم پر رحمتوں کی کی بارش نازل فرمائے گا۔تم خوب ترقی کرو گے۔اللہ تمہارے مال،اولاد اور دولت میں اضافہ کرے گا اس میں برکت نازل کرے گا۔پوری قوم کو دنیا اور آخرت کی خوشیاں اور کامیابیاں نصیب ہوں گی۔اگر تم اپنی حالت پر قائم رہے بتوں کی پوجا کرتے رہے اور کفر پر جمے رہے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔''

قوم حضرت نوح علیہ السلام کی دشمن بن گئی۔نو سو پچاس سال تک ان لوگوں کو سمجھاتے رہے،ان کو نصیحت کرتے رہے۔ہر طرح سے سمجھایا مگر ان کی گمراہی اور بت پرستی میں ذرا فرق نہ آیا۔صرف کچھ نیک بخت لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے۔دنیا پرست مالداروں اور دنیاوی جاہ ومنصب والے لوگوں نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ان کی ضد، ہٹ دھرمی اور حقیر دنیوی مفادات نے انہیں حق کو قبول کرنے سے روکا۔قوم نوحؑ نے کہا:''اے نوح علیہ السلام! اگر تم نے اپنی تبلیغ ترک نہ کی تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ہم روز روز کی بحث سے تنگ آ چکے ہیں۔جس عذاب کا ذکر تو کرتا ہے اسے لے آ'' آپ علیہ السلام نے جواب دیا: جس عذاب کا مطالبہ تم سب کر رہے ہو اس کو لانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔اللہ جب چاہے گا اسے تم سب پر نازل کر دے گا۔

ساری کوششوں کے بعد جب حضرت نوح علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ جن سعید روحوں کو ایمان لانا تھا وہ لا

چکیں اور اب کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے جو نئی نسل پروان چڑھے گی وہ بھی ایسی ہوگی۔ تب انھوں نے اللہ سے دعا کی: ''اے اللہ! میری قوم میرا کہا نہیں مانتی اور میری دعوت کو جھٹلاتی ہے۔ اے اللہ اب تو ہی فیصلہ کر دے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بات سن کر اللہ نے ان کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا۔ انھوں نے اللہ کے حکم کے مطابق کشتی بنانا شروع کیا۔ کفار نے جب کشتی بناتے دیکھا تو مذاق اڑانے لگے اور کہا: کیا خشکی پر تمہاری یہ کشتی چلے گی؟

جب کشتی بن کر تیار ہوگئی تو اللہ کے حکم سے ہر قسم کے جانداروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کیا اور جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ان کو بھی اس کشتی پر سوار کیا۔ جب حکم الٰہی کی تعمیل پوری ہوگئی، اللہ نے آسمان کو حکم دیا کہ پانی برسانا شروع کرے اور زمین کے چشموں کو حکم دیا کہ پوری طرح سے ابل پڑیں۔ اللہ کے حکم سے یہ سب ہوتا رہا اور کشتی اللہ کی حفاظت میں ایک عرصہ تک تیرتی رہی حتیٰ کے تمام تر نافرمان ڈوب گئے۔ اللہ کے قانون کے حساب سے اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

نافرمان لوگوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اور بیوی بھی شامل تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی پر سوار ہونے کے لیے بلایا مگر وہ نہ آیا اس نے اپنے والد سے کہا: ابا جان میں پانی سے بچنے کے لیے کسی اونچی پہاڑی پر چڑھ جاؤں گا۔ اتنے میں ایک زوردار موج آئی اور اس کو بہا لے گئی۔ پیدرانہ شفقت جاگ اٹھی۔ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکار کر کہا ''اے رب، میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے۔'' جواب میں الہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے نوحؑ، وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ تو ایک بگڑا ہوا کام ہے۔ لہٰذا تو اس بات کی مجھ سے درخواست نہ کر، جس کی حقیقت تو نہیں جانتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا: اے زمین سارا پانی نگل جا اور اے آسمان اب پانی برسانا چھوڑ دے۔ حکم الٰہی سے طوفان کا زور ختم ہوا اور کشتی جودی پہاڑ پر رک گئی۔ اس طرح اللہ پاک نے اس دنیا سے ظالموں کا خاتمہ کر دیا اور نیک لوگوں کو بچا لیا۔ پھر دنیا ایک بار نئے سرے سے آباد ہوئی۔ اسی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔

اس قصے سے یہ سبق ملتا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت اور اس کے رسول کی اتباع کی جائے۔

نافرمانوں کو ان کی طاقت، دولت، عزت، حکومت اور شہرت کوئی چیز بھی اللہ کے غضب سے بچا نہیں سکتی ۔اس سے یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے کہ اللہ کا فیصلہ رشتہ ناطہ یا کسی تعلق کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر ایک کے اپنے ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کہاں کے رہنے والے تھے؟

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کن بتوں کی پوجا کرتی تھی؟

۳۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا پیغام دیا؟

۴۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان دعوت کے جواب میں کیا کہا؟

۵۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ سے پکار کر کیا کہا؟

۶۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں اللہ نے کیا فرمایا؟

۷۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کیوں بنانا شروع کی؟

۸۔ طوفان نوح علیہ السلام سے کیا سبق ملتا ہے؟

۹۔ حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کیوں کہا جاتا ہے؟

۱۰۔ اس قصہ سے کیا سبق ملتا ہے؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

❖ حضرت نوح علیہ السلام.........................میں پیدا ہوئے۔

❖ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی..................پہاڑ پر جالگی۔

❖ حضرت نوح علیہ السلام نے.........................سال تبلیغ کی۔

❖ قوم نوحؑ آپ علیہ السلام کی.........................بن گئی۔

سبق (۱۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہزاروں سال پہلے عراق میں پیدا ہوئے۔ان کے آباء واجداد عرب سے ہجرت کر کے بابل میں آباد ہو گئے تھے۔اس وقت بابل اور اس کے قرب وجوار میں نمرود بادشاہ کی حکمرانی تھی۔وہ بہت ظالم وجابر، متکبر اور بت پرست بادشاہ تھا۔انہوں بت پرست گھرانے اور ماحول میں آنکھ کھولی۔لیکن ان کا دل بت پرستی پر مطمئن نہیں تھا۔وہ ہمیشہ حق اور سچائی کی تلاش میں لگے رہتے۔ قدرت کے نظاروں پر غور کرنا ان کا شیوہ تھا۔

اللہ کی قدرت پر غور فکر کے بعد انہیں یہ یقین ہو چلا تھا کہ پوری کائنات کو پیدا کرنے والا خالق اور اس کو چلانے والا مالک حقیقی ایک ہی ہے۔جس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے۔قرآن پاک میں ہے کہ ”اوراسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا نظام سلطنت دکھاتے تھے،اور مقصد یہ تھا کہ وہ مکمل یقین رکھنے والوں میں سے ہو جائے، چناچہ جب ان پر رات چھائی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا ،کہنے لگے یہ میرا رب ہے،مگر جب وہ ڈوب گیا تو انہوں نے کہا: میں ڈوب جانے والوں کا گرویدہ نہیں ہوں۔پھر جب انہوں نے چاند کو چمکتا دیکھا تو کہا کہ: یہ میرا رب ہے،لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے: اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دے تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔پھر جب انہوں نے سورج کو روشن دیکھا تو کہا: یہ ہے میرا رب، یہ سب سے بڑا ہے ،مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو انہوں نہ کہا اے میری قوم! جن جن چیزوں کو تم اللہ کی خدائی میں شریک قرار دیتے ہو، میں ان سب سے بیزار ہوں۔میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اُس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں“۔(سورہ انعام:۷۵۔۷۹)

ان کے والد آزر مذہبی پیشوا تھے۔ان کا پیشہ بت بنانا تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن ہی سے بتوں کی مخالفت کرتے۔وہ اپنے باپ اور پوری قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے۔انہوں نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا آپ بتوں کو الٰہ بناتے ہیں؟ میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمرہی میں

پا تا ہوں۔ ان کی اس مخالفت سے ان کو گھر سے نکال دینے اور قتل کرنے کی دھمکی دی گئی۔ قوم کو بتوں کی بے بسی اور بے وقعتی سمجھانے کے لیے ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت خانہ میں گھس کر تمام بتوں کو سوائے ایک بڑے بت کے توڑ ڈالا۔ لوگوں نے جب بتوں کا یہ برا حال دیکھا تو ان کا شک حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گیا۔ لوگوں کے پوچھے جانے پر انہوں بت کی حقیقت سمجھانے کے لیے کہ یہ خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تو یہ الٰہ کیسے ہو سکتے ہیں، جواب دیا کہ یہ سب کچھ ان کے اس سردار نے کیا ہے، ان ہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں۔ یہ سن کر ان کو اپنی غلطی کا احساس تو ہوا۔ لیکن پھر ان پر جہالت غالب آ گئی اور ان لوگوں نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ نہیں بولتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''پھر کیا اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچانے پر قادر ہیں اور نہ نقصان۔ افسوس ہے تم پر اور تمہارے ان جھوٹے معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کرتے ہو، کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے؟'' ان باتوں پر غور کرنے کے بجائے ان کو سخت سزا دینے کی ٹھان لی۔ سزا کے طور پر حکومت وقت نے بہت بڑا آگ کا آلاؤ تیار کروایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دیا۔ لیکن اللہ تعالی نے اپنے خلیل کو آگ سے صحیح وسلامت نکال لیا۔ آپ علیہ السلام کی قوم نے یہ معجزہ دیکھ کر بھی حق کو تسلیم نہیں کیا بلکہ ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ اللہ نے انہیں بڑھاپے میں بیٹے سے نوازا، ان کا نام اسماعیل رکھا۔ اللہ کا حکم آیا کہ اپنے شیر خوار بچے اور اس کی ماں کو مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا جائے۔ اللہ کے اس مثالی بندہ نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اس حکم پر عمل کیا۔ جب وہی نیک اور سلیم الفطرت بچہ بڑا ہو کر کچھ کام کرنے کے لائق ہوا۔ تو اللہ نے اپنے محبوب بندے کا جس کی زندگی امتحان وآزمائش سے بھری پڑی تھی سب سے بڑا امتحان لیا۔ خواب میں ان کو اپنے اس فرماں بردار بیٹے کو قربان کرنے کو کہا۔ جب حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اپنے صالح بیٹے کو اپنا خواب سنایا کہ وہ ان کو ذبح کر رہے ہیں اور ان سے پوچھا کہ تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ بیٹے نے جواب دیا ''ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم اللہ کی جانب سے دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے۔ آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ باپ بیٹے دونوں اللہ کے حکم کے آگے جھک گئے۔ باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ اس پر اللہ نے کہا تم نے اپنا خواب سچ کر دیکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ کھلی آزمائش تھی۔ اس کے

بدلے میں ایک مینڈھا ذبح کیا گیا۔اللہ کی خوشی کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جگر گوشے کو بھی ذبح کرنے سے گریز نہیں کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی آزمائش سے بھری ہوئی تھی۔انہوں نے صرف اللہ کی خوشی کے لئے ہر چیز کی قربانی دی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی جان کی، منصب اور مقام کی، رشتہ و ناطہ کی، گھر کی، وطن کی، اولاد کی، بیٹے کو ذبح کرنے کی تمام طرح کی قربانی صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے خوشی خوشی دی۔اسی لیے اللہ نے ان کو اونچا مقام عطا فرمایا، ان کو خلیل اللہ کا لقب دیا، اکیلے ان کو امت کہا، ان کی قربانیوں کو رہتی دنیا کے لیے یادگار بنا دیا اور ان کی اولاد میں سے بڑے بڑے انبیاء و رسل بھیجے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسی علیہ السلام اور بہت سارے انبیاء رسل آپ علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد میں سب سے آخر میں قیامت تک سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے رحمت للعٰلمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔یہ انعام صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے دیا اور پوری دنیا کے لئے آپ علیہ السلام کو نمونہ بنا دیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی سے ہمیں یہ پیغام ملتا ہے کہ ہم اپنی پوری زندگی اللہ کے حکم کے تابع کر دیں۔ہر کام صرف اور صرف اللہ کی خوشی کے لیے کریں اور اس کے لیے جو بھی قربانی دینی پڑے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر دیں۔اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔آمین

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہاں پیدا ہوئے؟
۲۔ بابل میں کس کی حکمرانی تھی؟
۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کیا نام تھا؟
۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا پیشہ کیا تھا؟
۵۔ بتوں کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیا تھا؟
۶۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کون تھے؟
۷۔ خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا دیکھا تھا؟
۸۔ جب بیٹے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کا ذکر کیا تو بیٹا نے کیا جواب دیا؟
۹۔ اللہ کی راہ میں انہوں نے کون کون سی قربانیاں پیش کی تھیں؟
۱۰۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ساری قربانیاں کیوں دیں؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی .... سے ہمیں یہ پیغام ملتا ہے کہ ہم اپنی .... زندگی اللہ کے ...... کے تابع کر دیں۔ ہر کام صرف اور صرف اللہ کی .... کے لیے کریں اور اس کے لیے جو بھی ...... دینی پڑے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر دیں۔ اللہ ہمیں اس کی .... دے۔ آمین

کچھ کرنے کا کام: ☆ حضرت ابراہیمؑ کے بچپن کا کوئی واقعہ جو آپ کو بہت زیادہ پسند ہو اس کو تحریر کر کے اپنے استاد کو دیکھائے۔

سبق (۱۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نام ونسب

اکثر علماء کی رائے ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبد الکعبہ تھا۔ جب اسلام لائے تو پیارے رسول ﷺ نے ان کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔ کچھ محققین کا کہنا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ ہی تھا۔ عتیق اور صدیق آپ رضی اللہ عنہ کا لقب تھا۔ لیکن اپنی کنیت ابوبکر سے مشہور ہوئے۔ والد گرامی کا نام عثمان بن عامر اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب نبی کریم ﷺ کے شجرہ نسب کے ساتھ چھ پشتوں کے بعد مرہ بن کعب پر آ کر مل جاتا ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر بنت صخر بن عامر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ آغاز اسلام ہی میں دارارقم میں ایمان لائیں۔ والد محترم فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔

حلیہ مبارک

حضرت عائشہؓ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حلیہ مبارک کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ گورے چٹے، دبلے پتلے، ہلکی رخساروں والے، چہرے کی رگیں ابھریں ہویں تھیں۔ آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں، پیشانی ابھری ہوئی اور انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں۔ منحنی کمر والے تھے کہ کمر سے تہہ بند ڈھلک جاتا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حالات قبل از اسلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش کا نام ونسب سب سے زیادہ جانتے تھے۔ انہیں ان کی خوبیوں اور خامیوں کا علم تھا۔ وہ بہت ہی خوش اخلاق تھے، معاملہ فہم تھے اور خدمت خلق کا جذبہ رکھتے تھے۔ لوگ ان کے پاس اپنے معاملات میں مشورہ کے لئے آتے تھے۔ وہ قریش کے مشیر اور محبوب تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ راستے سے گذرتے ہوئے شراب

سے مدہوش شخص کو دیکھا جو غلاظت ہاتھ میں لے کر اپنے منہ میں لے جاتا ہے اور اس کی بد بو آتی ہے تو رک جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر شراب حرام کر لی۔ اسی طرح کبھی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے بھی حضرت محمد ﷺ کے با اعتماد قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ نبی اکرم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے راز و نیاز میں شریک رکھتے اور تجارتی سفر میں ساتھ رہتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زوجہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم بھی تھے۔

قبول اسلام

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول ﷺ کے سب سے قریبی ساتھی تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، امانت دار ہیں، صلہ رحمی کرنے والے اور لوگوں کے کام آنے والے ہیں۔ اسی لئے جب نبی اکرم ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو بلا جھجھک فوراً قبول کر لیا۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا جسے بھی میں نے دعوت اسلام دی وہ جھجکا اور تذبذب میں پڑ گیا، مگر ابوبکرؓ کے سامنے میں نے اسلام کا ذکر کیا تو انہوں نے کوئی تردد اور توقف نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلا مرد جو ایمان لایا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام لانے والے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی اس کا اعلان کر دیا تھا۔ چونکہ وہ اس کو کامیابی کا راستہ سمجھتے تھے اسی لئے لوگوں کو اس کی طرف بلانا بھی شروع کر دیا۔ جن لوگوں کو بھی آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی وہ سب متأثر ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں اکثریت انہی کی دعوت سے ایمان لانے والوں کی ہے۔ جو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے ایمان لائے ان میں سے چند کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام یہ ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن معظون رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ارقم رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید بن عاض رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو

بکر رضی اللہ عنہ پیارے رسول ﷺ کے ساتھ دعوتی کاموں میں اکثر ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ انہوں نے اس راہ میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ ایک بار خانہ کعبہ میں دعوت دے رہے تھے کہ کفار قریش نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ عتبہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اتنا مارا کہ ناک نظر نہیں آتی تھی اور موت کا خوف پیدا ہو گیا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنے کام سے نہ رکے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد ہمیشہ پیارے رسول ﷺ کے دفاع میں کھڑے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد قریش اکٹھا ہوئے، ان کا ارادہ رسول ﷺ کو قتل کرنے کا تھا۔ اس موقع پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی مدد کی۔ ان سے جھگڑتے، ان کو ہٹاتے اور کہتے ''تم ایک آدمی کو محض اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ وہ اپنے دعویٰ پر اپنے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلائل بھی لایا ہے۔ بخدا وہ تو اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہر جگہ اور ہر حال میں نبی ﷺ کے دفاع میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

غلام آزاد کرنا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لانے کے بعد اپنی جان و مال سے اسلام کی خدمت میں لگ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے رحمدل انسان تھے۔ جب دیکھا کہ قریش ایمان لانے والے غلاموں اور لونڈیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے ہیں اور ان کو مارتے پیٹتے ہیں تو ان کو ان کے مالکوں سے خرید کر آزاد کرنے لگے۔ جنہیں صرف اسلام قبول کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا، ان میں سے درج ذیل غلاموں اور لونڈیوں کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت حمامہ رضی اللہ عنہا، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت زہرہ رضی اللہ عنہا، حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا، حضرت لُبینہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام عبیس رضی اللہ عنہا، حضرت نہدیہ رضی اللہ عنہا، حضرت نہدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی، حضرت یسار ابو فکیہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ابو نافع رضی اللہ عنہ، حضرت سلیمان بن بلال رضی اللہ عنہ، حضرت مرہ

بن ابوعثمان رضی اللہ عنہ اور کثیر بن عبید التیمی رضی اللہ عنہ۔

اللہ اور اس کی آیتوں پر کامل یقین

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان و یقین کے پہاڑ تھے۔جس کی گواہ ان کی پوری زندگی ہے۔ البتہ ان کی زندگی سے ایک واقعہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔رومیوں اور ایرانیوں کی جنگ ہوئی۔جس میں ایرانی آتش پرست رومی اہل کتاب پر غالب ہو گئے۔اس سے مشرکین مکہ بہت خوش ہوئے کہ بت پرستوں کو اہل کتاب پر فتح ہوئی۔مسلمان بھی اہل کتاب ہیں۔اسی لئے یہ لوگ بھی مغلوب رہیں گے۔ مسلمانوں کو بھی صدمہ پہنچا۔اس وقت سورہ روم کی ابتدائی چند آیات نازل ہوئیں جس میں کہا گیا کہ آئندہ چند سالوں میں رومی پھر سے غالب ہو جائیں گے۔

مشرکین جب اترا رہے تھے اور مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ رومی چند سالوں میں پھر غالب ہونے والے ہیں۔ابی بن خلف نے کھڑے ہو کر کہا۔ابوبکر تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے دشمن تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ابی بن خلف نے کہا اس پر میں تم سے دس اونٹنیوں کی شرط باندھتا ہوں۔تین سال میں رومی غالب آ گئے تو میں تمہیں دس اونٹنیاں دوں گا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو تم مجھے دس اونٹنیاں دو گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔نبی ﷺ نے فرمایا۔بضع تین سے نو تک کو کہتے ہیں۔تم جاؤ مدت نو سال کر واور اونٹیوں کی تعداد بھی بڑھاؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف سے جا کر کہا کہ مدت نو سال کر لو اور اونٹنیوں کی تعداد بڑھا کر سو کر لو۔اس نے منظور کر لیا۔

سات سال بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے۔اُبی بن خلف حضور ﷺ کے ہاتھ سے احد میں زخم لگنے کی وجہ سے مکہ آ کر مر گیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ اونٹنیاں اس کے وارثوں سے وصول کر کے نبی ﷺ کے حکم سے صدقہ کر دیا۔یہ بات یاد رکھیں کہ یہ شرط لگانا اس وقت تک حرام نہیں ہوا تھا۔

ہجرت مدینہ

جب مدینہ مسلمانوں کے لئے دار الامن کی حیثیت اختیار کر گیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کو روک لیا۔ ان کے پوچھنے پر جواب دیا کہ مجھے بھی اللہ ہجرت کی اجازت دے گا۔ جس سے حضرت ابوبکر ﷺ بہت خوش ہوئے اور دو اونٹنیوں کو خوب چارہ کھلا کر پالنے لگے۔ پھر ایک دن وہ آیا جب حضرت جبرئیل امین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا ابوبکر اور وہ صدیق ہیں۔ جب رسول ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ہجرت کی خوش خبری سنائی تو خوشی سے ان کے آنکھ میں آنسو آ گئے۔ ہجرت کی تیاری شروع ہوگئی۔ راستہ بتانے والے عبد الرحمٰن بن اریط کے ذمہ دونوں اونٹنیاں لگا دی گئیں۔ آپ ﷺ اپنے گھر سے رات کے اندھیرے میں اس وقت نکلے جب دشمنوں نے آپ ﷺ کا کام تمام کرنے کے لئے گھر کو گھیر رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے کفار کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کی اور ان کو اپنے بستر پر لٹا دیا تا کہ وہ صاحب امانت کو ان کی امانت لوٹا کر مدینہ چلے جائیں۔ تین دنوں تک غار ثور میں قیام کیا دشمن غار ثور تک پہنچ گئے۔ لیکن وہ اللہ کے دونوں بندوں کو نہ دیکھ سکے۔ تیسرے دن وہاں سے نکلے۔ راستہ میں بھوک کا احساس ہوا۔ ان مسافران حق کا گذر قبیلۂ خزاعہ کی ایک نیک اور پاکدامن بڑھیا ام معبد کے پاس سے ہوا۔ ان لوگوں نے سوچا ان کے پاس سے کھجوریں اور گوشت خرید لیں۔ لیکن اس مہمان نواز خاتون کے پاس کچھ نہ تھا۔ حضور ﷺ نے دیکھا خیمہ کے کنارے ایک مریل سی بکری بیٹھی ہے۔ پوچھا ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اپنے ریوڑ کے ساتھ چرنے نہیں جاسکی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اسے دوہنے کی اجازت ہے'' انہوں نے جواب دیا۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، اگر یہ دودھ دے تو ضرور دوہئے''۔ حضور نے اللہ کا نام لے کر تھن کو ہاتھ لگایا۔ تھن میں دودھ آ گیا۔ سب لوگوں نے سیر ہو کر دودھ پیا اور نبی ﷺ نے برتن بھر کر دودھ ام معبد کو دیا اور روانہ ہو گئے۔

مسجد نبوی کی تعمیر

حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں پر جوش استقبال ہوا۔ مدینہ پہنچ کر

پیارے رسول ﷺ نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔اس کے لیے بنونجار کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی زمین خریدی۔ وہ لوگ قیمت لینے کے لئے تیار نہیں تھے۔لیکن نبی ﷺ نے بلا قیمت لینے سے انکار کر دیا۔اسکی قیمت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال سے دس ہزار دینار ادا کی گئی۔ پھر سب نے مل کر مسجد کی تعمیر کی۔

خلافت سے قبل

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ بھی مدینہ آ گئے آپ رضی اللہ عنہ کا پیشہ تجارت تھا۔اس میں لگ گئے جو مال کماتے وہ اہل خانہ، رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں اور اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے خرچ کرتے۔آپ رضی اللہ عنہ کی تجارت نے کبھی بھی آپ کو جہاد اور اللہ کے دین کے لئے وقت نکالنے سے نہیں روکا۔ساری جنگوں میں شریک رہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے فوجی دستوں کی سربراہی بھی کی۔ جنگ تبوک میں سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔جس کا رنگ سیاہ تھا۔فتح مکہ کے بعد ۹ ہجری میں مسلمانوں نے پہلا حج کیا۔جس کے امیر حج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بنائے گئے۔ یہ قافلہ راستہ میں تھا کہ سورہ توبہ نازل ہوئی۔رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورہ توبہ کی تیس چالیس آیتیں لے کر پیچھے سے بھیجا کہ مجمع عام میں یہ پڑھ کر سنا دیں۔مقام عرج پر حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کے وقت قافلہ حج سے جا ملے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا قائد بنا کر بھیجے گئے ہو یا قاصد بن کر آئے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا قاصد بن کر آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک سورہ کی آیات بھجوائی ہے کہ لوگوں کے سامنے ان کے ٹھہرنے کی جگہوں پر سنا دوں۔ پھر ترویہ کے دن پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور لوگوں کو مناسک حج بتائے۔ وہ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور سورہ توبہ کی آیات سنائیں۔اسی طرح عرفہ کے دن، قربانی کے دن اور اس کے اگلے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مناسک حج اور سعی کے طریقے بتا کر بیٹھ جاتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سورہ توبہ پڑھ کر لوگوں کو سنا دیتے۔

خلافت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے اپنے مرض الموت میں جب کہ وہ

شدید ہو گیا لوگوں کی امامت کرنے کے لئے کہا۔ جب اللہ کے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ رحلت فرما گئے تو لوگ صدمے میں چلے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار تان کر کھڑے ہو گئے کہا کہ جو لوگ کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں میں اسے کاٹ دوں گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدھے حجرۂ مبارک میں گئے۔ چہرہ سے چادر ہٹائی بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر نثار جو موت مقدر تھی اس کا مزہ آپ ﷺ نے چکھ لیا۔ اب اس کے بعد آپ ﷺ کے لئے کوئی موت نہیں۔ پھر چادر چہرہ مبارک پر ڈال دیا۔ باہر تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ لیکن وہ متوجہ نہ ہوئے۔ لوگوں سے مسلسل باتیں کرتے رہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ حمد وثنا کے بعد انہوں نے فرمایا: ''جو لوگ محمد ﷺ کی عبادت کرتے تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ تو وفات پا گئے اور جو اللہ کی پرستش وعبادت کرتا تھا اسے مطمئن رہنا چاہئے کہ اللہ تو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اس کے لئے موت نہیں۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی: وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل أفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلىٰ أعْقَبِكُمْ ومن ينقلب علىٰ عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشٰكرين (ال عمران: ۱۴۴) اور محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ تو پھر کیا ایسا ہوگا کہ وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ (اپنا ہی بگاڑے گا) اور اللہ شکر گذار بندوں کو اجر دے گا۔'' پھر سبھوں کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔ تو لوگوں نے باری باری حجرۂ مبارک ہی میں نماز جنازہ پڑھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جہاں روح پرواز ہوئی تھی آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد خلافت کا مسئلہ سامنے آیا۔ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور مشورہ کرنے لگے کہ خلیفہ انصار میں سے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر وہاں گئے۔ کچھ دیر کی بات چیت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر باری باری سارے لوگوں نے بیعت کر لی۔ یہ بیعت ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ کو ہو

ئی۔کچھ لوگوں کو بیعت سے تأمل تھا۔لیکن سبھوں نے آہستہ آہستہ بیعت کر لی۔

زمانۂ خلافت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ کو خلافت سنبھالی اور ۲۲/جمادی الثانی ۱۳ھ کو آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔اس مختصر مدت میں آپ رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے کا نامے انجام دئے۔خلافت کی ذمہ داری کی وجہ سے تجارت کا کام ممکن نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے بیت المال سے کفاف مقرر کیا۔اسی پر گذر بسر کرتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جو مجاہد کا دستہ اللہ کے رسول ﷺ نے ترتیب دیا تھا۔اس کو بھیجا۔پھر زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں اور جھوٹے نبوت کے دعویداروں کے خلاف فیصلہ کن کاروائی کی۔اس طرح یہ دو بہت بڑے فتنے دب گئے۔اسی طرح جگہ جگہ ارتداد کے فتنے اٹھنے لگے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی قابو پالیا۔پھر سلطنت کے استحکام،شریعت کے نفاذ اور اسلامی سلطنت کو وسیع کرنے کی طرف بھرپور توجہ دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن وسنت کی پیروی میں ذرہ برابر مداہنت نہیں کرتے تھے۔بیت المال میں جو کچھ آتا وہ سب ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو دفن سے فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ،حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیکر بیت المال میں گئے تو دیکھا کہ نہ کوئی درہم ہے نہ دینار۔کنارے ایک بوری پڑی تھی اس کو جھاڑا تو ایک درہم نکلا۔ان لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے رحمت کی دعا مانگی۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت محمد ﷺ کی امت میں سب سے افضل تھے۔بڑے اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔اللہ ان کے درجات بلند کرے۔(آمین)

مشق

(الف) جواب دیجیے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام، لقب اور کنیت لکھیے۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام کیا تھا؟

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک لکھیے۔

۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چند خوبیاں لکھیے۔

۵۔ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ان کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوئے، ان کے نام بتائیے۔

۶۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کن غلاموں اور لونڈیوں کو خرید کر آزاد کیا تھا؟

۷۔ ہجرت مدینہ کا واقعہ مختصراً لکھیے۔

۸۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی کی تعمیر میں کیا کردار تھا؟

۹۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کی باگ ڈور کس نے سنبھالی؟

۱۰۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کب خلافت سنبھالی اور ان کا انتقال کب ہوا؟

۱۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے بعد اپنا کفاف کن کے مشورے سے مقرر کیا؟

(ب) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے اور قوسین میں دئے گئے صحیح لفظ سے خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی بت کے سامنے.....نہیں کیا۔ (سجدہ / جھگڑا / مشورہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد محترم..............کے دن ایمان لائے۔ (یوم عرفہ / فتح مکہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے......کے مشیر اور محبوب تھے۔ (بدر / قریش / کفار)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت..........انسان تھے۔ (رحم دل / سخت گو / بزدل)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ...........کیا کرتے تھے۔ (کاشتکاری / تجارت / نوکری)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے..........فیصلہ کن کارروائی کی۔ (حق میں / ساتھ / خلاف)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ..........خلیفہ ہیں۔ (پہلے / دوسرے / تیسرے)

پیارے رسول ﷺ نے اپنے مرض الموت میں..................کو امامت کے لیے کہا۔
(حضرت عمر رضی اللہ عنہ/حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ/حضرت علی رضی اللہ عنہ)

فتح مکہ کے بعد............میں مسلمانوں نے پہلا حج کیا۔ (۷ ہجری/۸ ہجری/۹ ہجری)

مسجد نبوی کی زمین کی قیمت........................نے ادا کی۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ/حضرت عثمان رضی اللہ عنہ/حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت محمد ﷺ کی امت میں سب سے......تھے۔
(کم عمر/افضل/غنی)

سبق (١٦)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نام ونسب

نام عمر رضی اللہ عنہ اور والد محترم کا نام خطاب بن نفیل تھا۔آٹھویں پشت پر آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ سے جا کر مل جاتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق اور کنیت ابو حفص تھی۔

ابتدائی زندگی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے۔سن رشد کو پہنچے تو ان کے باپ نے اونٹ چرانے کی خدمت سپرد کی۔جوانی کا آغاز ہوا تو اس وقت عرب کے شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہو گئے۔یعنی نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت میں مہارت پیدا کی۔خصوصاً شہسواری میں کمال حاصل کیا۔اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔تعلیم وتعلم سے فارغ ہو کر فکر معاش کی طرف متوجہ ہوئے۔عرب میں زیادہ تر لوگوں کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔اس لئے انہوں نے بھی یہی مشغلہ اختیار کیا۔

قبول اسلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۷ سال کی تھی کہ رسول ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا شروع کر دیا۔سعید روحیں اسلام میں داخل ہونے لگیں۔دوسری طرف مخالفت بھی دن بدن بڑھنے لگی۔اسلام اور رسول ﷺ کی دشمنی میں سب سے آگے ابو جہل اور عمر بن خطاب نظر آنے لگے۔اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ان دونوں کے حق میں دعائیں کی کہ اللہ ان کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا قبول فرمائی۔

ان کے قبول اسلام کا واقعہ نہایت سبق آموز ہے۔ایک دن شدت غضب سے تلوار کمر سے باندھ کر نکلے کہ نعوذ باللہ آج حضرت محمدﷺ کا کام تمام کردوں گا۔راستے میں اتفاقیہ حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ مل گئے۔ان کے تیور کو دیکھ کر پوچھا خیر ہے؟ جواب دیا''میں تو محمدﷺ کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں''انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو،تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔فوراً پلٹے اور بہن کے یہاں پہنچے تو وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزاء چھپا لیں ،لیکن تلاوت کی آواز ان کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔بہن سے پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی؟انہوں نے جواب دیا کچھ نہیں۔انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں۔پھر وہ بہنوئی پر ٹوٹ پڑے۔بہن چھڑانے آئی تو ان کو بھی زدوکوب کیا۔بدن لہولہان ہو گیا۔منہ سے آواز آئی عمر!جو بن آئے کر لو لیکن اب یہ اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ان الفاظ نے عمر کے دل پر خاص اثر کیا۔بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ان کے بدن سے خون جاری تھا۔رقت طاری ہو گئی۔بولے جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔بہن نے قرآن کے اجزاء سامنے کر دئے۔پڑھتے ہوئے جب(**آمنوا باللہ و رسولہ**)پر پہنچے تو بے اختیار پکار اٹھے(**اشھد أَنَّ لاَ اِلٰہ الااللہ و اشھدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللہ**)۔وہاں سے اٹھ کر رسول اللہﷺ کی خدمت میں پہنچے۔آپﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ دارارقم میں تھے۔دوازے پر پہنچ کر دستک دی۔شمسیر بکف دیکھ کر صحابہ کو تردد ہوا۔حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا:''آنے دو،مخلصانہ آیا تو بہتر ہے،ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا۔''کیوں عمر کس ارادے سے آئے ہو؟نبوت کی پُر رعب آواز نے انہیں کپکپا دیا۔نہایت ادب سے عرض کیا۔''ایمان لانے کے لئے آیا ہوں''۔حضور پاکﷺ بے ساختہ پکار اٹھے اللہ اکبر!تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ساتھ میں مل کر اتنی بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں کو لے کر گئے اور کعبہ میں اعلانیہ نماز پڑھی۔

ہجرت

جوں جوں لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے مشرکین قریش کا غصہ اور ظلم وستم بھی بڑھتا

گیا۔صحابہ کا شعوری اور محکم ایمان نہ ہوتا تو اسلام پر قائم رہنا ممکن نہیں تھا۔اسی اثنا میں مدینہ منورہ کے با اثر لوگوں کی بڑی تعداد ایمان لے آئی ۔ چنانچہ نبی رحمت ﷺ نے صحابہ کو مدینہ ہجرت کا حکم دیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس صحابہ کے ساتھ ہجرت کی ۔ مدینہ کی وسعت چونکہ کم تھی ۔ مہاجرین زیادہ تر قبا میں ٹھہر گئے ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہیں حضرت رفاعہ بن عبدالمنذ ر رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہر گئے ۔

مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ نے سب سے پہلے انصار اور مہاجرین میں مواخاۃ قائم کی ۔یعنی ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلامی بھائی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ تھے، جو قبیلہ بنی سالم کے سردار تھے۔ان کا گھر مسجد نبوی سے دور ہونے کی وجہ سے دونوں نے یہ طے کیا کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین سیکھنے نبی ﷺ کی خدمت میں جائیں گے ، دوسرے دن حضرت عتبان رضی اللہ عنہ جائیں گے اور رات میں اپنے دوسرے بھائی کو بتائیں گے۔

شروع شروع میں نماز کے لئے بلانے کا کوئی طریقہ نہیں تھا۔اس کے لئے مشورہ ہوا تو مختلف لوگوں نے مختلف رائیں دیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لئے مقرر کیا جائے ۔انہیں کی رائے کے مطابق یہ شعار اعظم قائم ہوا۔

خلافت سے پہلے کے حالات

۱ھ سے حضرت محمد ﷺ کی وفات تک جو لڑائیاں ہوئیں ،غیر مسلموں سے جو معاہدات ہوئے ،حکومت اسلامیہ کے جو انتظامی امور انجام پائے اور اشاعت اسلام کے لئے جو تدبیریں کی گئیں ۔ سب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی آخر الزماں کے ساتھ ساتھ رہے۔ پیارے نبی ﷺ نے جو مشورے طلب کئے کھل کر اپنی رائے دی۔قربانی کا مرحلہ آیا تو پیش پیش رہے۔خیبر میں جو کچھ حصہ میں ملا تھا وہ وقف کر دیا۔اسلام میں یہ پہلا وقف تھا۔غزوہ تبوک کے موقع پر جو کچھ گھر میں تھا آدھا لا کر پیش کر دیا۔جو ذمہ داریاں دی گئیں ان کو ادا کرنے میں اپنی پوری طاقت لگا دی۔

پیارے رسول ﷺ کی وفات کے بعد جب معلوم ہوا کہ انصار سقیفہ بنوساعدہ میں جمع ہو کر اپنے میں سے خلیفہ چن رہے ہیں،موقع کی نزاکت اور حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر وہاں پہنچ گئے ۔ بڑی حکمت اور ہمت سے لوگوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر راضی

کیا۔اس کے بعد جب تک خلیفہ اول زندہ رہے،ایک ایک قدم پر ان کے ساتھ رہے۔

خلافت اور فتوحات

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے بہتر جانا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر دے ۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔بعض کو اس معاملے میں تر دد تھا۔لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے علم اور تجربہ کی روشنی میں اس بات پر کامل یقین تھا کہ خلافت کے لئے سب سے موزوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور عہد نامہ لکھوایا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔پھر اس کو اپنے غلام کو دیا کہ وہ اس کو مجمع عام میں سنا دے۔خود بالا خانے پر جا کر نیچے جمع لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:''میں نے اپنے کسی بھائی بند کو خلیفہ مقرر نہیں کیا، بلکہ عمر کو کیا ہے۔کیا تم لوگ اس پر راضی ہو۔سبھوں نے **سمعنا و اطعنا** ۔یعنی ہم نے سنا اور اطاعت کی ، کہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑی قیمتی اور مفید نصیحتیں کیں۔جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے عمدہ دستور العمل کی جگہ کام آئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مفتوحہ علاقے کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل ہے۔اس میں شام، عراق، جزیرہ خورستان،عراق عجم، آرمینہ،آذر بائجان، فارس، کرمان،خراسان،مکران، بیت المقدس اور بلوچستان کا بھی کچھ حصہ شامل ہے۔

دنیا کے اس عظیم فاتح نے جن علاقوں کو فتح کیا۔ وہاں نظام عدل اور امن و امان قائم کیا۔اسی لئے وہاں کے لوگوں نے دل سے اس حکومت کو تسلیم کیا اور وہاں اسلام دلوں میں داخل ہوا۔

نظام حکومت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی حکومت کو منظّم و مرتب کیا۔انہوں نے حکومت کے کاموں کو انجام دینے کے لئے باضابطہ ہر کام کے لئے الگ الگ شعبہ قائم کیا۔سب سے پہلے اصحاب الرائے کی ایک مجلس شوریٰ بنائی۔سارے اہم امور انہیں کے مشورے سے طئے کئے جاتے تھے۔ملک کے انتظام و انصرام اور تعمیر و ترقی کے لئے اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔آپ رضی اللہ عنہ بڑے جوہر شناس تھے۔ صوبوں کے کاموں کے لئے قابل اور باصلاحیت لوگوں پر ان کی صلاحیتوں کے لحاظ سے ذمہ

داریاں ڈالیں۔ عاملوں پر جو ذمہ داری ڈالی جاتی اس کو تحریری شکل میں دیا جاتا اور عوام کو بھی پڑھ کر سنا دیا جاتا۔ ان کے مال و اسباب کی فہرست تیار کی جاتی اور ان کے محاسبہ کا بھی انتظام کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محکمہ قضا الگ قائم کیا۔ اس کے لئے قواعد و ضوابط طے کئے۔ اس بات کو یقینی بنایا کہ رشوت سے یہ محکمہ محفوظ رہے۔ عدالت کی نظر میں سب برابر ہوں اور سب کو انصاف مل سکے۔ پولیس اور فوجی محکمے قائم کئے۔ فوج کی تنخواہ متعین کی اور اس کے لئے چھٹی اور دیگر ضروری امور کے لئے قواعد سازی کی۔ قید خانے بنوائے۔ اسی طرح بیت المال کی عمارتیں بنوائیں اور عمال مقرر کئے تاکہ عشر و زکوۃ اور خراج وغیرہ کی وصولی اور اس کی تقسیم ڈھنگ سے ہو سکے۔ ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے سڑکیں اور پل بنوائے۔ شہر کو آباد کیا۔ چوکیاں اور سرائے بنوائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خبر رسانی اور جاسوسی کا انتظام بڑے اچھے طریقے سے کیا۔ تعلیم کا الگ اور مضبوط نظام قائم کیا۔ اس کو ترقی دی۔ ساتھ ہی زمین کی آباد کاری، آبپاشی، وغیرہ کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اس کے لئے نہریں بنوائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت کی خصوصیات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکومت کی امتیازی خصوصیت تھی کہ قانون کی نظر میں سب مساوی تھے۔ عدل و انصاف کا بول بالا تھا۔ حکومت کے عہدیداران نہایت قابل اور ہونہار تھے۔ تمام کام اپنے وقت پر انجام پاتے تھے۔ امن و امان کو قائم رکھنے اور ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے خود امیر المومنین راتوں کو گشت لگایا کرتے تھے۔ غرباء اور مساکین کے روزینے مقرر تھے۔ یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کی جاتی تھی، رعایا کی شکایتیں سنی جاتی تھیں۔ سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ یہ رفاہی سلطنت تھی۔

وفات

بہت ساری خوبیوں کے مالک اور دنیا کے عظیم فاتح، علم و عمل زہد و تقوی کے حامل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدت حکومت کل دس سال اور چھ ماہ رہی۔ ان پر فیروز نامی پارسی غلام نے ۲۶ / ذی الحجہ ۲۳ھ کو فجر کی نماز میں حملہ کر دیا۔ اسی زخم سے تین دن بعد آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یکم محرم الحرام کو دفن کئے گئے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مشق

(الف) جواب دیجیے۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب اور کنیت کیا تھا؟

۲۔ مکہ کے زیادہ تر لوگوں کا پیشہ کیا تھا؟

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ لکھیے۔

۴۔ مدینہ پہنچ کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے کون سا کام کیا؟

۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں میں کیا کام کیا؟

۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مفتوحہ علاقہ کا کل رقبہ کتنا تھا؟

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلامی بھائی کا نام کیا تھا؟

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت کی خصوصیات کیا کیا تھیں؟

۹۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کل کتنی مدت حکومت کی؟

۱۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

(ب) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے اور قوسین میں دئے گئے صحیح الفاظ سے خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی حکومت کو......ومرتب کیا۔ (منتشر/کمزور/منظّم)

❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے......محترم کا نام خطاب بن نفیل تھا۔ (والد/دادا/نانا)

❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے..........سناش تھے۔ (مردم/جوہر/قیمت)

❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے......قضا الگ قائم کیا۔ (دار/محکمہ/شعبہ)

❖ اسلامی حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ یہ..........سلطنت تھی۔ (رفاہی/تنظیمی/تعلیمی)

❖ دنیا کا عظیم فاتح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن..........کو فتح کیا۔ (ملکوں/علاقوں/صوبوں)

(ج) نیچے کے جملوں کو غور سے پڑھیے اور صحیح جوڑے ملائیے۔

❍ حضرت عمر رضی اللہ عنہ　　　خلیفہ اول

❍ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ	ہجرت سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے۔
❍ مواخاۃ	ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے
❍ زدوکوب کرنا	ایک دوسرے کا بھائی بنانا
❍ شمسیر بکف	مار پیٹ کرنا۔
❍ کنیت	فاروق
❍ لقب	ابوحفص

کچھ کرنے کا کام:

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح آپ بھی اپنے غریب پڑوسیوں کا حال معلوم کیجیے اور ان کی بروقت مدد کیجیے۔

☆ کبھی آپ کے کلاس میں سے کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جیسا کام کیا ہے تو اس کا احوال بھی لکھ کر اپنے استاد کو دکھایئے۔ اگر ایسا موقع نہیں ملا تو سارے ساتھی مل کر ایک ایسا منصوبہ طے کیجیے جس میں اپنے کسی غریب ساتھی کی مدد کا ذکر ہو۔

سبق (۱۷)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

نام نعمان، والد محترم کا نام ثابت اور کنیت ابوحنیفہ تھی۔ اپنی کنیت ابوحنیفہ ہی سے مشہور ہوئے۔ ولادت ۸۰ھ بمطابق ۶۹۹ء عراق کے ایک شہر کوفہ میں ہوئی۔ آپ نہایت ذہین اور مضبوط حافظہ کے مالک تھے۔ فہم وفراست، زہد وتقوی اور حکمت ودانائی میں بہت مشہور تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی تعلیم اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان سے حاصل کی۔ زندگی کے ابتدائی ایام میں علم حاصل کرنے کے بعد تجارت شروع کردی۔ لیکن ان کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے علم حدیث کی مشہور شخصیت شیخ عامر شعبی کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کو تجارت چھوڑ کر مزید علمی کمال حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے امام شعبی رحمۃ اللہ کے مشورہ پر علم الکلام، علم حدیث اور علم فقہ کی طرف توجہ فرمائی اور امام ابوحنیفہ ''امام اعظم'' کہلائے۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کا سب سے پہلا طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً بیس ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا۔ خود ان کا قول ہے کہ کوفہ وبصرہ کا کوئی ایسا محدث نہیں جس سے میں نے علمی استفادہ نہ کیا ہو۔ ان کے چند مشہور اساتذہ کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ شیخ حماد بن ابی سلیمان، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کی صحبت میں ۱۸؍سال رہے۔
۲۔ شیخ عطا بن ابی رباح، ان سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب استفادہ کیا۔
۳۔ شیخ عکرمہ بربری، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں ان سے علمی فائدہ حاصل کیا۔
۴۔ ملک شام میں امام اوزاعی اور امام مکحول سے بھی انہوں نے علم حاصل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث حاصل کرنے کے لئے تین جگہوں کا انتخاب کیا۔ سب

سے پہلی جگہ تھی کوفہ، آپ وہیں کے رہنے والے تھے اور وہ جگہ علم حدیث کا بہت بڑا مرکز تھی۔ دوسری جگہ حرمین شریفین تھی جہاں سے علم حدیث حاصل کیا اور تیسرا مقام بصرہ تھا۔ انہوں نے تقریباً ۴ ر ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہزار کے قریب شاگرد تھے۔ جن میں چالیس بہت ہی اعلیٰ مرتبہ تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سے چند مشہور شاگردوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ عبد بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ

صحیح بخاری کے مؤلف امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بڑے بڑے محدثین کرام رحمہم اللہ آپ کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ وہ اپنے اجتہاد اور استنباط کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں۔ ''میں سب سے پہلے کسی مسئلہ کا حکم اللہ کی کتاب قرآن مجید سے لیتا ہوں، وہاں اس کا حل نہ پایا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتا ہوں۔ جب وہاں بھی نہ پاؤں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال میں سے کسی کا قول نقل کرتا ہوں''۔

کتاب وسنت کی تعلیم اور فقہ کی تدوین کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی عبادت و ریاضت میں گذاری۔ رات کا زیادہ تر حصہ اللہ کے سامنے رونے گڑگرانے، نفل نماز اور تلاوت قرآن میں گذارتے تھے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم دین کی خدمت کو اپنی روزی روٹی کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بلکہ اس کے لئے ریشم بنانے اور ریشمی کپڑا تیار کرنے کا بڑا کارخانہ تھا جو صحابی رسول حضرت عمر وحریث رضی اللہ عنہ کے گھر میں چلتا تھا۔ ان کا تعلق خوشحال گھرانے سے تھا۔ اسی لئے لوگوں کی اور خاص طور سے اپنے شاگردوں کی

امداد کیا کرتے تھے۔

شہر بغداد میں سن ۱۵۰ھ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ان کی نماز جنازہ میں پچاس ہزار کا مجمع تھا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مشق

(الف) جواب دیجیے۔

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جائے پیدائش کہاں ہے؟

۲۔ ''امام اعظم'' کسے کہا جاتا ہے؟

۳۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین اساتذہ کا نام لکھیے۔

۴۔ علم حدیث کے لئے انہوں نے کتنی جگہوں کا انتخاب کیا؟

۵۔ ان کے شاگردوں کی تعداد کتنی ہے؟ پانچ مشہور شاگردوں کے نام لکھیے۔

۶۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کس طرح سے اپنی زندگی گذر بسر کی؟

۷۔ ان کی وفات کب اور کہاں ہوئی؟

۸۔ ابو عبداللہ کس کی کنیت ہے؟

(ب) صحیح جملہ کے سامنے صحیح (✓) اور غلط جملہ کے سامنے غلط (×) کا نشان لگائیے۔

❖ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی تعلیم اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان سے حاصل کی۔( )

❖ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو ہزار کے قریب شاگرد تھے۔ ( )

❖ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم دین کی خدمت کو اپنی روزی روٹی کا ذریعہ نہیں بنایا۔ ( )

❖ صحیح بخاری کے مؤلف امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ ( )

سبق (۱۸)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

نام مالک ہے، کنیت ابوعبداللہ اور لقب امام دارالہجرہ تھا۔ والد کا نام انس بن مالک بن عمر تھا۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ ۹۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ میں وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والے گھر میں رہا کرتے تھے۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ خالص عرب تھے۔ ان کا خاندان جاہلیت اور اسلام دونوں میں معزز تھا۔ بزرگوں کا وطن یمن تھا۔ اسلام کے بعد ان کے خاندان والے مدینہ میں رہنے لگے۔

مالک رحمۃ اللہ کا گھرانا علم کا سرچشمہ تھا۔ آپ کا شہر مدینہ علماء وفضلاء کا مسکن تھا۔ اس لئے ان کی تعلیم کا سلسلہ بچپن ہی سے شروع ہوگیا۔ بچپن میں آپ کے استاد نافع مولی ابن عمر ہیں۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم بھی اسی زمانے میں شروع کردی۔ آپ نے دیگر کئی اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ حتی کے مدینہ میں جتنا علم لوگوں کے سینہ میں موجود تھا وہ تمام علم مالک رحمۃ اللہ نے حاصل کیا۔ انہوں نے حصول علم کے لئے مدینہ منورہ سے باہر قدم نہیں نکالا۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور اساتذہ میں ربیعۃ الرائے، زید بن اسلم، نافع مولی ابن عمر وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے شیوخ کی موجودگی ہی میں ان سے علم حدیث استفادہ کرنے والوں کا ایک حلقہ قائم ہوگیا تھا۔ آپ کی مجلس درس ہمیشہ پر تکلف فرش اور قیمتی قالینوں سے آراستہ ہوا کرتی تھی۔ جب حدیث کا درس شروع ہوتا تو انگیٹھی میں عود اور لوبان جلایا جاتا۔ صفائی کا بھی خوب خیال رکھا جاتا تھا۔ حدیث کی تعلیم کے وقت آپ غسل اور وضو کر کے عمدہ قیمتی لباس زیب تن کرتے، بالوں میں کنگھی کرتے اور خوشبو لگاتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں چند نمایاں نام یہ ہیں۔ شافعی، عبداللہ بن مبارک، محمد بن حسین شیبانی، عبداللہ ابن وہب رحمہم اللہ وغیرہ۔

مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جلیل القدر تالیف ہے۔ اس کتاب کے بارے میں وہ خود بتاتے ہیں کہ انہوں نے اس کی تدوین چالیس سال میں مکمل کی۔ اس کے بعد اس کو ستر فقہاء کے درمیان پیش کیا۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ نہایت دیانت دار، راست باز اور اصول کے پکے تھے۔ جو کوئی بھی انہیں تحفہ

اور ہدیہ پیش کرتا اسے لوگوں میں بانٹ دیتے۔ ہارون الرشید نے ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے دونوں بیٹوں امین و مامون کو محل میں آ کر حدیث پڑھا دیں۔ مالک رحمۃ اللہ نے صاف انکار کر دیا۔ مجبوراً ہارون الرشید کو اپنے بیٹوں کو ان کے ہاں پڑھنے کے لیے بھیجنا پڑا۔ بسا اوقات قید و بند اور تشدد کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن حق وصداقت پر قائم رہے۔

اپنے آخری دنوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نہایت کمزور ہو گئے تھے۔ مگر درس و افتاء کا عمل جاری تھا۔ اپنے مرض الموت میں تین ہفتہ تک مبتلا رہے۔ اسی مرض کی حالت میں ۱۱/ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو چھیاسی سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مشق

(الف) جواب دیجیے۔

۱۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث کی تعلیم کہاں مکمل کی؟

۲۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور استاد کون کون ہیں؟

۳۔ حدیث کے درس کے وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کن باتوں کا خاص خیال رکھتے تھے؟

۴۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری ایام کس طرح سے گذارے؟

۵۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں چند نمایاں نام کون کون سے ہیں۔

۶۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کب وفات پائی؟

(ب) صحیح جملہ کے سامنے صحیح (✓) اور غلط جملہ کے سامنے غلط (×) کا نشان لگایئے۔

❖ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خالص عرب تھے۔ ( )

❖ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانہ علم سے دور تھا۔ ( )

❖ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی جلیل القدر تالیف ہے۔ ( )

❖ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علم حدیث کے لیے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ ( )

❖ امام مالک رحمۃ علیہ قید و بند اور تشدد کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن حق وصداقت پر قائم رہے۔ ( )

سبق (۱۹)

محدثین کی مختصر سوانح حیات

اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔شریعت اسلامی کا دوسرا اہم ماخذ حدیث رسول ﷺ ہے۔اللہ نے اس کی حفاظت کے لئے بڑے مضبوط اور محکم اسباب اور ذرائع پیدا کئے۔نبی ﷺ سے براہ راست سننے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے سینوں اور دفتر میں محفوظ کیا۔اصحاب رسول ﷺ کے دور کے بعد بھی احادیث کو لکھنے اور زبانی یاد کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔محدثین نے حصول حدیث وعلم حدیث کے لئے دور دراز کا سفر کیا۔محدثین کی زندگیوں کو بھی ضبط تحریر کیا گیا۔ان میں سے چند معروف محدثین کی زندگیوں اور کارناموں کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

امام ابن ماجہ: امام ابن ماجہ کا شمار مشہور محدثین میں ہوتا ہے۔ان کا پورا نام حافظ عبداللہ بن یزید الربعی ابن ماجہ القزوینی ہے۔آپ ۲۰۹ھ بمطابق ۸۲۴ء کو شہر قزوین میں پیدا ہوئے۔ ماجہ آپ کی والدہ کا نام ہے۔اپنے شہر میں رہ کر وقت کے جید علماء سے ابتدائی تعلیم مکمل کی۔کسب علم حدیث کے لئے خراساں،عراق،مصر،شام، بیت المقدس،دمشق،فلسطین،مکہ،مروا اور نیشاپور جیسے بڑے بڑے ملکوں اور شہروں کا سفر کیا۔وقت کے بڑے بڑے محدثین،ائمہ اور علماء فن حدیث سے زانوے تلمذ تہہ کیا جن کی فہرست خاصی لمبی ہے علامہ حالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

اسی دھن میں آسان کیا ہر سفر کو	اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازن علم دیں جس بشر کو	لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو

امام ابن ماجہ کی سنن ابن ماجہ کا شاندار اسلوب،تراجم ابواب کی احادیث کی مطابقت بالکل واضح مختصر کتاب ہونے کے باوجود مسائل واحکام نہایت ہی جامع ہے۔ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ۴۸۲ ایسی صحیح احادیث کا اضافہ کیا جو کتاب خمسہ میں نہیں ہیں۔امام ابن ماجہ نے اپنی کتاب سنن کا درس طلبہ کے جم غفیر کو دیا۔کسی کتاب کی اس درجہ مقبولیت یقیناً اس کی فنی عظمت کا ثبوت ہے۔

۶۴ چونسٹھ سال کی عمر میں ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ سوموار کے دن آپ کا انتقال ہوا اور منگل کے دن نماز جنازہ اور تدفین ہوئی۔آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جناہ پڑھائی۔

امام ترمذی: نام: محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی بوغی اور کنیت ابوعیسیٰ ہے۔۲۱۰ھ اور بعض روایات کے مطابق ۲۰۹ھ میں ترمذ میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر دریائے جیحون کے مشرقی کنارے پر کسی زمانہ میں آباد اور بارونق شہر تھا۔ وہیں رہ کر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ علم وفن کا مرکز بن چکا تھا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدث مسند درس پر مامور تھے اور تشنگان علم وفن کشاں کشاں آتے تھے۔ امام ترمذیؒ کو بھی حدیث نبوی کا شوق پیدا ہوا چنانچہ انھوں نے خراسان اور ماوراء النہر کے علاوہ سماع حدیث کے لئے دنیائے اسلام کے مختلف حصوں کا سفر کیا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق انھوں نے متعدد شہروں کا سفر کیا اور خراسان وعراق اور حجاز کے ارباب کمال سے سماع کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہنے متعدد علماء ومحدثین سے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ان کے ناموں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اس دور کے ہر خرمن حدیث سے استفادہ کیا۔ان میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ومسلم رحمۃ اللہ علیہکے شیوخ بھی ہیں۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہبہت ذہین وفطین تھے ،قوت حافظہ نہایت قوی تھا اور انہیں اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملا۔ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ فن رجال کی کتابوں میں ملتا ہے کہ انھوں نے ایک شیخ سے ایک جزو کے بقدر حدیثیں لکھیں،اتفاق سے چند دنوں کے بعد ان سے ملاقات ہوئی،انھوں نے شیخ مذکور سے دوبارہ سماع حدیث کی درخواست کی شیخ نے سنانا شروع کیا،امام ترمذی کے ہاتھ میں سادہ ورق تھا،شیخ کو شبہہ ہوا کہ اس میں حدیثیں لکھی ہوئی ہیں،ابوعیسی امتحانا ایسا کر رہے ہیں،اس لئے ناگوار ہوا۔ابوعیسیٰ نے یہ غلط فہمی دور کرنے کے لئے کہا کہ مجھے آپ کی حدیثیں یاد ہیں اور اسی وقت کل حدیثیں سنادیں۔ان کے علم وکمال پر تمام محدثین اور علماء کا اتفاق تھا۔ابن حبان لکھتے ہیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں تھے جنھوں نے حدیثوں کا ذخیرہ جمع کیا،اس پر تصنیف کی اور انھیں حفظ کیا۔امام بخاری کے بعد خراسان میں ان سے بڑا کوئی محدث نہ تھا۔ان کے علمی کمالات کی وجہ سے ان کی ذات کو طالبان حدیث کا مرجع مانا جاتا تھا۔ان کے شاگرد دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ملتے ہیں۔

حدیث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص فن تھا،اس کے علاوہ تفسیر میں پورا ادراک اور فقہ میں کمال رکھتے تھے۔ابواب تفسیر کے تحت آیات قرآنی کے متعلق احادیث نبوی اور آثار صحابہ جمع کئے ہیں۔

ان کے تفقہ پر جامع ترمذی شاہد ہے، یہ محض احادیث کا مجموعہ نہیں بلکہ فقہی اجتہاد کی کتاب بھی ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کی بہت تصانیف تھیں۔ لیکن ان کی تین تصانیف کا علم ہے، جامع یا سنن ترمذی، شمائل ترمذی اور کتاب العلل ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جس درجے کے عالم تھے، اسی درجہ کا عمل اور زہد وتقوی بھی تھا۔ ان کا دل خشیت الٰہی سے لبریز تھا کہ ہر وقت رویا کرتے تھے اور روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ امام ترمذیؒ کی وفات ۱۳ رجب المرجب ۲۷۹ھ میں ہوئی۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ: سلیمان نام ابوداود کنیت اور نسب سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمر بن عمران ازدی سجستانی۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۲ھ کو خراسان کے مشہور علاقہ سجستان میں پیدا ہوئے جو کابل کے ایک مشہور شہر کا نام ہے۔ مشہور قبیلہ ازد سے ان کا نسبی تعلق تھا، اس لئے ازدی کہلاتے ہیں۔ بعض سیرت نگار نے بصرہ کے ایک گاوں سجستان یا سجستانہ کو امام ابوداود کا وطن بتایا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام صاحب نے آخر عمر میں بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی بنیادی تعلیم کا آغاز اپنے ہی شہر میں رہتے ہوئے ہوا تھا۔
امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کی تعداد تین سو کے قریب ہے، ان میں امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن رواہویہ اور ابوثور جیسے بلند پایہ فقہاء ومحدثین اور یحی بن معین، ہشام بن عبدالملک طیالسی جیسے نامور ناقدین فن اور ائمہ محدثین شامل ہیں۔ حصول حدیث کے لئے مختلف مقامات کا سفر کیا، وہ سجستان میں پیدا ہوئے لیکن بصرہ کو مسکن بنایا جو اس وقت علم وفن اور محدثین اور فقہاء کا بڑا مرکز رہا ہے۔ کئی بار بغداد تشریف لے گئے۔ حجاز، عراق، خراسان، مصر، شام، جزیرہ نیشاپور، مروا اور اصبہان وغیرہ کے محدثین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے استفادہ کیا۔
امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی اہم تالیف کتاب السنن ہے جو سنن ابی داود کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب چار ہزار آٹھ سو منتخب حدیثوں پر مشتمل ہے۔ امام صاحب نے اس کی ترتیب وتالیف کا کام ۲۴۱ھ سے پہلے بغداد میں انجام دیا۔ سنن واحکام کی رویات اپنے مجموعہ میں شامل کیا ہے۔ سنن ابی داود علماء کے درمیان مشہور ومتداول اور مقبول تصنیف خیال کی جاتی ہے۔ سنن ابی داود کے علاوہ امام داود رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد کتب تالیف کی ہے جو ان کی علمی وسعت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں المصاحف،

العدد، المراسل مع الاسانید اور دلائل النبوہ وغیرہ شامل ہیں۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷۵ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ ان کی پوری زندگی تدوین حدیث میں گذری۔ امام ابوداود ایک عالم باعمل تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ابوبکر نے والد کی علمی میراث سنبھالی اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ: آپ کا نام احمد اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب احمد بن علی بن سنان بن بحر بن دینار بن نسائی الخراسانی ہے۔ آپ کی سن پیدائش میں سوانح نگار کے درمیان اختلات ہے۔ بعض نے ۲۱۴ھ اور بعض نے ۲۱۵ھ بتایا ہے۔ خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میری پیدائش اندازا ۲۱۵ھ کی ہے۔ آپ کی پیدائش خراسان کے مشہور شہر نسائی میں ہوئی۔ واضح رہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہنے مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے اساتذہ سے حاصل کی۔ پھر علمی مراکز کا سفر کیا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کی ایک بڑی جماعت سے علم حدیث حاصل کیا۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار لوگوں سے احادیث سنیں۔ امام ابراہیم بن یعقوب الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، ابوداود سلیمان بن اشعث السجستانی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہو یہ جیسے اہم ائمہ اور رواۃ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے علماء اور رواۃ کی بڑی تعداد نے علم حاصل کیا اور آپ سے احادیث روایت کیں۔ علوم وفنون سے استفادہ کے ساتھ طلبہ اس وجہ سے بھی آتے تھے کہ ان کی سند عالی ہو جائے۔

انہوں نے سنن نسائی کے نام سے صحیح احادیث کا ایک عظیم الشان مجموعہ ترتیب دیا۔ قابل اعتماد احادیث جمع کرنے کے لئے بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو ''حافظ الحدیث کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

صحاح ستہ اور اس کے مؤلفین حدیث کی چھ کتابیں انتہائی معتبر سمجھی گئی ہیں۔ ''سنن نسائی'' صحاح ستہ میں تیسرے نمبر پر ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف میں سب سے مقبول اور اہم تصنیف ''سنن نسائی'' ہے

مشق

(الف) جواب دیجے۔

۱۔ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام کیا ہے؟

۲۔ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت لکھیں؟

۳۔ ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

۴۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہاں پیدا ہوئے اور ان کا پورا نام کیا تھا؟

۵۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

۶۔ ان کی مشہور تصنیف کون کون سی ہیں؟

۷۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی تاریخ پیدائش تحریر کریں۔

۸۔ ان کے اساتذہ کی تعداد کتنی ہے؟

۹۔ ان کی مشہور تصنیف کون کون سی ہیں؟

۱۰۔ امام نسائی کی کنیت کیا ہے لکھیں۔

۱۱۔ امام نسائی کے چند مشہور استاد کا نام لکھیں۔

۱۲۔ ان کا لقب کیا ہے؟

(ب) درست جواب قوسین سے چن کر لکھیں۔

- شریعت اسلامی کا دوسرا اہم ماخذ............رسول ﷺ ہے۔ (قول/حدیث/فعل)
- ....کی زندگیوں کو بھی ضبط تحریر کیا گیا۔ (فقہاء/علماء/محدثین)
- امام ترمذیؒ نے متعدد............ومحدثین سے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ (استاد/علماء/فقہاء)
- امام ابوداود ایک...............باعمل تھے۔ (فاضل/عالم/قابل)
- امام بخاری کے بعد............میں ان سے بڑا کوئی محدث نہ تھے۔ (پاکستان/بہار/خراسان)

(ج) صحیح اور غلط کا نشان لگائیں۔

❖ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے اسکول سے حاصل کی ہے۔

❖ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو ''حافظ الحدیث'' کے کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔

❖ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی اہم تالیف کتاب الفتن ہے۔

❖ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر مفکر مسند درس پر مامور تھے۔

❖ اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ دین ہے۔

کچھ کرنے کے کام:

☆ امام مالک کے کبارے میں مزید معلومات حاصل کر کے ایک صفحہ کا مضمون لکھ کر اپنے استاد کو دیکھائیے۔

☆ عصر حاضر کے کسی امام کے بارے میں بھی جاننے کے کوشش کیجیے اور اس پر بھی اپنی معلومات یکجا کر کے استاد کو دیکھائیے۔

سبق (۲۰)

جانوروں کے حقوق

اسلام دین رحمت ہے۔اس کی رحمت صرف انسانوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر ذی روح کے بارے میں اسلامی تعلمات موجود ہیں ۔اسلام سے قبل اہل عرب کی سنگ دلی اور ظلم وستم کا نشانہ انسان کے علاوہ جانور بھی بنتے تھے۔وہ مختلف قسم کے ایذا کا شکار ہوتے کوئی شخص مرجاتا تو اس کی قبر پرا س کی سواری کے جانور کو باندھ دیا جاتا اور اس کے کھانے کا کوئی انتظام نہ کیا جاتا۔اسی حالت میں وہ جانور سوکھ کر مرجاتے تھے۔اسی طرح کے بے شمار ظلم ان بے چارے بے زبان جانوروں کے ساتھ کیے جاتے۔جب اسلام آیا تو جاہلیت کے سارے ظلم وستم کا قلع قمع کیا اور حکم دیا کہ جانورں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

جانوروں کوستانا

اسلام کی اصولی تعلیم یہ ہے کہ خود نہ تکلیف اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو تکلیف پہنچاؤ : لَاضَـــرَرَوَلَاضِـــرَارَ. (ابن ماجہ۔۲۳۴۰) دوسروں کو تکلیف دینا اگر چہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہو اسلام کے نزدیک درست نہیں ہے۔جانوروں کو تکلیف وایذا دینا تو دور کی بات ہے۔ان بے زبان کو لعن وطعن سے بھی اسلام نے منع فرمایا ہے۔حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول ﷺ سفر پر تھے۔ایک انصار عورت سواری کی اونٹی سے تنگ دل ہوئی تو اس نے اس پر لعنت کی ۔رسول ﷺ نے اسے سنا تو فرمایا: اس اونٹی پر جو سامان لدا ہوا ہے، وہ اتارلو اسے (اس کے بدلے میں آزاد) چھوڑ دو ۔اس لئے کہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اب بھی اس اونٹی کو دیکھ رہا ہوں، وہ لوگوں کے درمیان چل رہی ہے کوئی اسے تعرض نہیں کر رہا ہے۔(مسلم :۶۶۰۴)

جانور سے اس کی طاقت کے مطابق کام لینا

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا تقاضہ ہے کہ جو جانور جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی

کام لیا جائے۔اس سے ہٹ کر اگر کوئی شخص کام لیتا ہے تو یہ اس پر زیادتی کا ہے۔مثلاً اللہ نے بیل کو کھیتی باڑی کے کام کے لیے پیدا کیا ہے،اگر کوئی اس سے گدھے کی طرح بوجھ اٹھانے کا کام لیتا ہے یہ اس پر ظلم وزیادتی ہے۔

ایک مرتبہ رسول ﷺ نے فرمایا: اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ، اللہ نے اسے تمہارا فرماں بردار صرف اس لئے بنایا ہے کہ وہ تم کو ایسے مقامات تک آسانی سے پہنچا دیں جہاں تم بڑی مشقت سے پہنچ سکتے تھے۔تمہارے لئے اللہ نے زمین کو پیدا کیا ،اپنی ضرورتیں اس سے پوری کرو۔ (ابو داؤد:۲۵۶۷)

آرام وراحت کا خیال

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جن جانوروں سے کام لیا جاتا ہے یا جن سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے ۔ان کے آرام و راحت کا بھر پور خیال رکھا جائے ،انہیں وقت پر چارہ اور پانی دیا جائے ۔اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کا علاج کرایا جائے۔ان سے بیماری اور تکلیف کی حالت میں کام نہ لیا جائے۔ان کے رہنے بسنے کا مناسب انتظام کیا جائے۔ان سے ان کی طاقت کے مطابق کام لیا جائے۔ان سے تھکا تھکا کر کام لینا، یا ان کی حالت قابل رحم ہونے کے باوجود ان سے مار مار کر کام لینا،ان کے چہرے پر مارنا یا ان کو بھوکا پیاسا رکھ کر کام لینا سراسر ظلم وزیادتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر سرسبز وشاداب موسم میں سفر کرو تو (اپنی سواری کو) آہستہ چلاؤ اور جانوروں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دو اور قحط کا موسم ہو تو تیز تیز چلاؤ(تاکہ منزل پر پہنچ کر کھانے پینے اور آرام کا موقع ملے)(ابوداؤد:۲۵۶۹)

بلاضرورت جانوروں کے قتل ممانعت

اسلام جانوروں کو بلاضرورت مارنے اور قتل کرنے کو بھی جرم قرار دیتا ہے۔لیکن ضرورت پڑنے پر اس کو ذبح کرنا جائز ہے۔اس کو بھلے طریقے سے ذبح کیا جائے۔ یہ نہیں کہ اذیت دے کر بے دردانہ انداز میں ذبح کرے یا ذبح کئے بغیر جھٹکے سے اسے مار ڈالے۔ جب جانور بیمار ہو تو اس وقت بھی اسے ذبح کرنا اس کے ساتھ ظلم کرنا ہے۔بعض روایتوں میں جانوروں کے سامنے چھری تیز کرنے سے اور ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔صرف اس لئے کہ اس سے جانور کو

تکلیف ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے ہر کام میں بھلائی اور خوبی فرض کی ہے۔ جب قتل کرو اور جب ذبح کو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ تم میں سے جو کوئی ذبح کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ چھری کو تیز کر لے اور اپنے جانور کو آرام پہنچائے۔'' (مسلم: ۵۰۵۵)

نشانہ بازی کی ممانعت

کسی جانور کو باندھ کر رکھنا یا اسے نشانہ بازی کے لئے استعمال کرنا اس کام سے اسلام نے سختی سے روکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم کسی جان دار کو ہرگز نشانہ نہ بناؤ۔'' (مسلم: ۵۰۵۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ کچھ لڑکے مرغی باندھ تیر کا نشانہ بنا رہے تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر رسی کھولی اور مرغی سمیت ان لڑکوں کو پکڑ کر ان کے گھر والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کہا: اپنے بچے کو اس قسم کی بے رحمانہ حرکت سے باز رکھو، کیونکہ رسول ﷺ نے اس طریقے سے کسی ذی روح کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری: ۵۵۱۴)

اسلام نے جانوروں اور ان کے حقوق سے متعلق نہایت متوازن، مناسب اور واضح تعلیمات دی ہیں۔ جو اسلام کے الٰہی اور دین رحمت ہونے کی دلیل ہے۔ ہم بھی ان تعلیمات پر عمل کر کے اپنے اللہ کو خوش کریں گے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے۔

۱۔ اسلام سے قبل اہل عرب جانوروں کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے؟

۲۔ جانوروں کو ستانا کیسا ہے؟

۳۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کا تقاضہ کیا ہے؟
۴۔ جب جانور بیمار ہو تو اس کو ذبح کرنا کیسا ہے؟
۵۔ کیا جانور کو نشانہ بازی کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے؟
۶۔ جانوروں سے کام لینے کے بارے میں اسلام کی کیا تعلیمات ہیں؟

(ب) درست جواب قوسین سے چن کر لکھیے۔

- اسلام دین............ ہے۔ (زحمت/رحمت/سطوت)
- بے زبان جانور بھی............ کے حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ (انسان/حیوان/آدمی)
- اللہ تعالیٰ نے ہر............ میں بھلائی اور خوبی فرض کی ہے۔ (عمل/کام/فعل)
- اسلام جانوروں کو بلاضرورت مارنے اور قتل کرنے کو بھی...... قرار دیتا ہے (جرم/ثواب/مناسب)
- جانور سے اس کی............ کے مطابق کام لیا جائے۔ (قدوقامت/جسامت/طاقت)

(ج) صحیح جملہ کے سامنے صحیح (✓) اور غلط جملہ کے سامنے غلط (×) کا نشان لگائیے۔

- اسلام نے جانوروں کے بارے میں کوئی تعلیم نہیں دی۔ ( )
- اسلام کی اصولی تعلیم یہ ہے کہ خود نہ تکلیف اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو تکلیف پہنچاؤ۔ ( )
- اسلام جانوروں کو بلاضرورت مارنے اور قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ( )
- رسول ﷺ نے کسی ذی روح کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ ( )

(د) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

اسلام نے جانوروں اور ان کے حقوق سے متعلق نہایت متوازن،............ اور واضح تعلیمات دی ہیں۔ جو اسلام کے الٰہی اور............ ہونے کی دلیل ہے۔ ہم بھی ان تعلیمات پر...... کر کے اپنے اللہ کو............ کریں گے۔

نوٹ: جانوروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا کوئی واقعہ ہو تو دس سطروں میں تحریر کیجیے۔

سبق (۲۱)

پانی، درخت اور اسلام

پانی قدرت کا ایک عظیم اور قیمتی تحفہ ہے۔ اس کے بغیر انسان اور تمام دیگر مخلوقات کی زندگی کا تصور بھی ناممکن ہے۔ اس کے بنا دنیا کی خوبصورتی اور رنگینی کا تصور محال ہے۔ اس کے باوجود اس کے غلط اور بے جا استعمال کی وجہ سے پانی کی قلت کے خطرات ہمارے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ لوگ پانی پر اپنا ناجائز قبضہ اور تسلط قائم کر رہے ہیں۔ پوری دنیا کے لئے پانی ایک اہم موضوع ہے۔ دریائے نیل کی وجہ سے سوڈان، مصر اور دوسرے ممالک کے درمیان ایک عجیب وغریب صورتحال پیدا ہوگئی ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ پانی کی کمی پر تیسری عالمی جنگ شروع ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ روز بروز پانی کا زمین کے سطح سے دور ہونا بھی باعث تشویش ہے۔ اس سے بہت قسم کے خدشات پیدا ہو رہے ہیں۔ اس وجہ سے ۱۹/مارچ ۱۹۹۳ء سے ۱۹ مارچ کو ''عالمی یوم آب'' منایا جاتا ہے۔ جس میں پانی کی کمی، اس کے فائدے، میٹھے پانی کی حفاظت پر غور وفکر کیا جاتا ہے۔ لفظ پانی سنسکرت زبان سے لیا گیا ہے۔ انگریزی میں اسے 'واٹر' فارسی میں 'آب' اور عربی میں 'ماء' کہا جاتا ہے۔

اللہ آسمان سے بارش کے ذریعہ پانی برساتا ہے اور زمین کے اندر اس کو جمع کر دیتا ہے۔ پھر اس پانی کو کسان اپنی کھیتی کے لئے استعمال کرتا ہے۔ لہذا پانی انسانی زندگی کے لئے نہایت اہم ہے۔ انسانی جسم کا دو تہائی حصہ جسم پانی پر مشتمل ہے۔ پانی جسم کی بناوٹ اور اس کی مشینری کے اندر کے کام کی انجام دہی میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی غیر موجودگی یا کمی کی صورت میں انسانی جسم مختلف قسم کی خرابیوں اور بیماریوں کا شکار جاتا ہے۔ پانی کی وجہ سے جسم کے اندرونی حصے کا کام بخوبی انجام پاتا ہے۔ یہ خون کے بہاؤ میں مددگار رہتا ہے۔ غذا کے ہضم کرنے اور بہت سے دیگر کاموں میں اس کا استعمال ضروری ہے۔

وضو،غسل اور صفائی ستھرائی کے لئے پانی بہت ضروری ہے۔قرآن میں **کلوا و اشربوا ولا تسرفوا** کا ذکر ہے اس کا معنی ہے کہ کھاؤ پیو مگر اسراف سے کام نہ لو۔ پانی قرآن میں مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ نے انسان کی پیدائش کو پانی سے جوڑا ہے ساتھ ہی عبادتوں کا تعلق بھی پانی سے جوڑ دیا ہے۔ گویا اسلام کی نظر میں پانی کی ایک بنیادی حیثیت ہے۔ زندگی کا دارو مدار پانی پر ہے۔

پانی بچانے کی تعلیم اسلام میں بہت پہلے دی گئی ہے۔ بہت سی احادیث ہیں جن میں پانی کم خرچ کرنے اور اس کو بچانے کی تلقین کی گئی ہے، کیونکہ پانی اللہ کی عظیم نعمت ہے۔

آج کے معاشرہ میں عبادت گاہوں کے ساتھ گھروں میں بھی پانی کی فضول خرچی ہو رہی ہے۔ پانی کی ٹوٹیاں کھول کر ہم باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عبادت کے نام پر بہتی ندی میں کیا کچھ نہیں ڈال دیا جاتا ہے۔ ان تمام امور پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اسی پانی سے ہماری زندگی کی گاڑی رواں دواں ہے۔

درخت:

اللہ نے اس دنیا کو انسان کے بسنے کے لیے بہت ہی عمدہ اور مناسب بنایا ہے۔ اس کی ضرورت کی ساری چیزیں مہیا فرمائیں۔ اس قسم کی چیزیں بھی پیدا کی گئیں جو ماحول کو بھی سازگار بنائیں، گندگیوں اور کثافتوں کو اپنے اندر جذب کرتی رہیں اور انسان کے لئے کارآمد چیزوں کا اخراج ان سے ہوتا رہے۔ انسان کی بقاء اور تحفظ کے لیے اس کے اردگرد کا ماحولیاتی تحفظ بھی ناگزیر ہے۔

اس فانی دنیا کی تیز رفتار ترقی، کارخانوں کی بہتات، جنگلات کی کٹائی، فضائی آلودگی اور ندی نالوں میں بہتا ہوا گندا و گدلا پانی کی وجہ نت نئی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ لوگ ان کا بڑی آسانی سے شکار ہو رہے ہیں۔ درخت اور پودے نہ لگانے کی وجہ سے آکسیجن کی کمی کا مسئلہ ہمارے سامنے منہ کھولے کھڑا ہے۔

اسلام انسانی زندگی کے ہر پہلو سے بحث کرتا ہے۔ اس کے بارے میں بھی وہ ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت لگانے کی ترغیب دی ہے۔ بلا وجہ درخت کاٹنے سے منع کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مسلمان نے کوئی پودا لگایا اس درخت سے جس نے کھایا وہ صدقہ ہے، کوئی اسے کم نہیں کرے گا مگر وہ اس پودا لگانے والے کے لئے صدقہ کا ثواب

ہوگا۔'' (مسند احمد)

پھل دار درختوں سے ہم کو طرح طرح کے ذائقہ دار پھل کھانے کو ملتے ہیں۔ بہت سارے درختوں کی لکڑیوں سے طرح طرح کی ضروری، کارآمد اور مفید چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ ان کے سائے میں لوگ آرام کرتے ہیں۔ ان کے پتے مویشیوں کے چارہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ درخت کے بے شمار فائدے ہیں۔

بلا ضرورت درخت کو کاٹنا اور کھیتوں کی زمینوں کو برباد کرنا بہت ہی برا فعل ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے ورنہ اس دھرتی پر انسانی زندگی دشوار ہو جائے گی۔ شجر کاری مومنوں کے لئے بہت مفید عمل ہے اور یہ صدقۂ جاریہ بھی ہے۔ اسی لئے ہم درخت لگاتے ہیں۔ تاکہ دنیا میں بھی اس کے فوائد سے مستفید ہوں اور آخرت میں اللہ اس کا بہتر اجر دے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے۔

۱۔ انسانی زندگی میں پانی کی کیا اہمیت ہے؟

۲۔ ''عالمی یوم آب'' کب منایا جاتا ہے؟

۳۔ کیا پانی کی کمی کی وجہ سے تیسری عالمی جنگ ہوسکتی ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟'

۴۔ زمین کا کتنا حصہ پانی سے گھرا ہوا ہے؟

۵۔ اسلام کی نظر میں پانی کی حیثیت کیا ہے؟

۶۔ ہم کن کن طریقوں سے پانی بچا سکتے ہیں؟

۷۔ درخت لگانے کے کون کون سے فائدے ہیں؟

۸۔ درخت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟'

۹۔ آپ صلی اللہ علیہ سلم کی کوئی حدیث درخت کے بارے میں ہو تو تحریر کریں۔

۱۰۔ کیا بلاضرورت ہم درخت کو کاٹ سکتے ہیں؟

(ب) درست جواب قوسین سے چن کر لکھیں۔

❖ سمندر کے پانی کی بات کریں تو قرآن میں ''بحر'' کا لفظ.................بار آیا ہے۔ (۲۳/۳۲/۵۴)

❖ لفظ پانی.....................زبان سے لیا گیا ہے۔ (عربی/فارسی/سنسکرت)

❖ شجر کاری مومنوں کے لئے بہت...........عمل ہے۔ (مفید/غیر مفید/ممنوع)

❖ ....انسانی زندگی کے ہر پہلو سے بحث کرتا ہے۔ (قرآن/حدیث/اسلام)

❖ پانی.................کی عظیم نعمت ہے۔ (رسول/پیغمبر/اللہ)

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

پھل دار درختوں سے ہم کو طرح طرح کے................کھانے کو ملتے ہیں۔ بہت سارے ....کی لکڑیوں سے طرح طرح کی ضروری، کارآمد اور...........چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ ان کے سائے میں لوگ......کرتے ہیں۔ ان کے پتے...........کے چارہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ..........کے بے شمار فائدے ہیں۔

ہدایات: ☆ اساتذہ طلبہ وطالبات کو شجر کاری کے لیے شوق دلائیں۔

☆ ان کی ٹولیاں بنا کر مدرسہ، گھر اور عوامی جگہوں شجر کاری کے ہدف متعین کردیں۔

سبق (۲۲)

﴿عمّ پارہ کی دس سورتیں﴾

الاعلیٰ

(مکی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی (۱) الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی (۲) وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَھَدٰی (۳) وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی (۴) فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی (۵) سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی (۶) اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ اِنَّہٗ یَعۡلَمُ الۡجَھۡرَ وَ مَا یَخۡفٰی (۷) وَ نُیَسِّرُکَ لِلۡیُسۡرٰی (۸) فَذَکِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّکۡرٰی (۹) سَیَذَّکَّرُ مَنۡ یَّخۡشٰی (۱۰) وَ یَتَجَنَّبُھَا الۡاَشۡقَی (۱۱) الَّذِیۡ یَصۡلَی النَّارَ الۡکُبۡرٰی (۱۲) ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡھَا وَ لَا یَحۡیٰی (۱۳) قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی (۱۴) وَ ذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی (۱۵) بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا (۱۶) وَ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی (۱۷) اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی (۱۸) صُحُفِ اِبۡرٰھِیۡمَ وَ مُوۡسٰی (۱۹)

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو، جس نے پیدا کیا اور

تناسب قائم کیا، جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی، جس نے نباتات اگائیں پھر ان کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنایا۔ ہم تمہیں پڑھوادیں گے، پھر تم نہیں بھولو گے سوائے اس کے جو اللہ چاہے، وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ پوشیدہ ہے اس کو بھی۔ اور ہم تمہیں آسان طریقے کی سہولت دیتے ہیں، لہذا تم نصیحت کرو اگر نصیحت نافع ہو۔ جو شخص ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کرے گا، اور اس سے گریز کریگا وہ انتہائی بد بخت جو بڑی آگ میں جائے گا، پھر نہ اس میں مرے گا نہ جیے گا۔ فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا انام یاد کیا پھر نماز پڑھی۔ مگر تم لوگ دینا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی، ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

الطارق

(مکی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالسَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ۙ(۱) وَ مَآ اَدۡرٰىکَ مَا الطَّارِقُ ۙ(۲) النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ(۳) اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا
عَلَیۡهَا حَافِظٌ ؕ(۴) فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ(۵) خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ(۶) یَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَیۡنِ
الصُّلۡبِ وَ التَّرَآئِبِ ؕ(۷) اِنَّهٗ عَلٰی رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ(۸) یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ ۙ(۹) فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ
وَّ لَا نَاصِرٍ ؕ(۱۰) وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۙ(۱۱) وَ الۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ۙ(۱۲) اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ
فَصۡلٌ ۙ(۱۳) وَّ مَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ ؕ(۱۴) اِنَّهُمۡ یَکِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا ۙ(۱۵) وَّ اَکِیۡدُ کَیۡدًا ۚ(۱۶) فَمَهِّلِ
الۡکٰفِرِیۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَیۡدًا ؑ(۱۷)

ترجمہ: قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی۔ اور تم کیا جانو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے چمکتا ہوا تارا۔ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کے اوپر کوئی نگہبان نہ ہو۔ پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ

کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ، اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ یقیناً وہ (خالق) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے، جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی اس وقت انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور ہوگا۔ قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی اور (نباتات اگتے وقت) پھٹ جانے والی زمین کی یہ ایک جچی تلی بات ہے، ہنسی مذاق نہیں ہے۔ یہ لوگ کچھ چالیں چل رہے ہیں۔اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں۔ پس چھوڑ دوا ے نبی، ان کافروں کو اک ذرا کی ذرا ان کے حال پر چھوڑ دو۔

البروج

(مکی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِۙ (۱) وَ الۡيَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِۙ (۲) وَ شَاهِدٍ وَّ مَشۡهُوۡدٍؕ (۳) قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِۙ (۴) النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِۙ (۵) اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌۙ (۶) وَّ هُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌؕ (۷) وَ مَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ (۸) الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ‌ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ؕ (۹) اِنَّ الَّذِيۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِيۡقِؕ (۱۰) اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡكَبِيۡرُ ؕ (۱۱) اِنَّ بَطۡشَ رَبِّكَ لَشَدِيۡدٌ ؕ (۱۲) اِنَّهٗ هُوَ يُبۡدِئُ وَ يُعِيۡدُ ۚ (۱۳) وَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الۡوَدُوۡدُ ۙ (۱۴) ذُو الۡعَرۡشِ الۡمَجِيۡدُ ۙ (۱۵) فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيۡدُ ؕ (۱۶) هَلۡ اَتٰٮكَ حَدِيۡثُ

الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: قسم ہے مضبوط قلعوں والے آسمان کی، اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے، اور دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی کہ مارے گئے گڑھے والے، (اس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ جب کہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔ اور ان اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے، جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے، اور وہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں پر ظلم وستم توڑا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے یقیناً ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کی سزا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، یقیناً ان کے لیے جنت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ ہے بڑی کامیابی۔

درحقیقت تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور بخشنے والا ہے، محبت کرنے والا ہے، عرش کا مالک ہے، بزرگ و برتر ہے، اور جو کچھ چاہے کر ڈالنے والا ہے۔ کیا تمہیں لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ فرعون اور ثمود کے لشکروں کی؟ مگر جنھوں نے کفر کیا ہے وہ جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ اللہ نے ان کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ (ان کے جھٹلانے سے اس قرآن کا کچھ نہیں بگڑتا) بلکہ یہ قرآن بلند پایہ ہے، اس لوح میں (نقش ہے) جو محفوظ ہے۔

الانشقاق

(مکی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۱) وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (۲) وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ (۳) وَ
اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ (۴) وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ (۵) يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى
رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (۶) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (۷) فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا
يَّسِيْرًا (۸) وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (۹) وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ (۱۰)
فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا (۱۱) وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا (۱۲) اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (۱۳) اِنَّهٗ ظَنَّ
اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ (۱۴) بَلٰىۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا (۱۵) فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (۱۶) وَ الَّيْلِ وَ
مَا وَسَقَ (۱۷) وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ (۱۸) لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (۱۹) فَمَا لَهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ (۲۰) وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ (۲۱) بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ
(۲۲) وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ (۲۳) فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲۴) اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۲۵)

ترجمہ: جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرے گا اور اس کے لیے
حق یہی ہے کہ (اپنے رب کا حکم مانے)۔اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے

اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کے لیے حق یہی ہے (کہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے)۔اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا، اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔ رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔ وہ اپنے گھروں میں مگن تھا۔ اس نے سمجھا تھا کہ اسے کبھی پلٹنا نہیں ہے۔ پلٹنا کیسے نہیں تھا، اس کا رب اس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔ پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، اور رات کی جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے، اور چاند کی جب وہ ماہ کامل ہو جاتا ہے، تم کو ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جانا ہے۔ پھر ان لوگوں کا کیا ہوگیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے سجدہ نہیں کرتے؟ بلکہ منکرین الٹا جھٹلاتے ہیں، حالانکہ جو کچھ وہ (اپنے نامۂ اعمال میں) جمع کر رہے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ لہذا اِن کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ البتہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔

المطففين

(مکی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ (١) الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ (٢) وَ اِذَا كَالُوۡهُمۡ
اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ (٣) اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ (٤) لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ (٥) يَّوۡمَ يَقُوۡمُ
النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (٦) كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِيۡ سِجِّيۡنٍ (٧) وَ مَاۤ اَدۡرٰکَ مَا
سِجِّيۡنٌ (٨) كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ (٩) وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (١٠) الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ
الدِّيۡنِ (١١) وَ مَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ (١٢) اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ
الۡاَوَّلِيۡنَ (١٣) كَلَّا بَلۡ سکتة رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ (١٤) كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ
يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ (١٥) ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِ (١٦) ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ
تُكَذِّبُوۡنَ (١٧) كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الۡاَبۡرَارِ لَفِيۡ عِلِّيِّيۡنَ (١٨) وَ مَاۤ اَدۡرٰکَ مَا عِلِّيُّوۡنَ (١٩)
كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ (٢٠) يَّشۡهَدُهُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ (٢١) اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِيۡ نَعِيۡمٍ (٢٢) عَلَى الۡاَرَآئِکِ
يَنۡظُرُوۡنَ (٢٣) تَعۡرِفُ فِيۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ (٢٤) يُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِيۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ (٢٥)
خِتٰمُهٗ مِسۡکٌ وَ فِيۡ ذٰلِکَ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ (٢٦) وَ مِزَاجُهٗ مِنۡ تَسۡنِيۡمٍ (٢٧)
عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ (٢٨) اِنَّ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
يَضۡحَكُوۡنَ (٢٩) وَ اِذَا مَرُّوۡا بِهِمۡ يَتَغَامَزُوۡنَ (٣٠) وَ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰۤى اَهۡلِهِمُ انۡقَلَبُوۡا
فَكِهِيۡنَ (٣١) وَ اِذَا رَاَوۡهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوۡنَ (٣٢) وَ مَاۤ اُرۡسِلُوۡا عَلَيۡهِمۡ
حٰفِظِيۡنَ (٣٣) فَالۡيَوۡمَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ يَضۡحَكُوۡنَ (٣٤) عَلَى الۡاَرَآئِکِ
يَنۡظُرُوۡنَ (٣٥) هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ (٣٦)

ترجمہ:　　　تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے۔ جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن یہ اٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟ اُس دن جبکہ سب لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

ہر گز نہیں، یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال قید خانے کے دفتر میں ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ قید خانہ کا دفتر کیا ہے؟ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس کو نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزر جانے والا بدعمل ہے۔ اُسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔ ہر گز نہیں بالیقین اُس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے، پھر یہ جہنم میں جا پڑیں گے، پھر اِن سے کہا جائے گا یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ہر گز نہیں، بے شک نیک آدمیوں کا نامۂ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے۔ اور تمہیں کیا خبر کہ کیا ہے وہ بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے، اونچی مسندوں پر نظارے کر رہے ہوں گے، ان کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے۔ ان کو نفیس ترین سربند شراب پلائی جائے گی جس پر مُشک کی مُہر لگی ہوگی۔ جو لوگ دُوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں وہ اِس چیز کو حاصل کرنے میں بازی لے جانے کی کوشش کریں۔ اُس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی، یہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی کے ساتھ مُقَرَّب لوگ شراب پیئں گے

مجرم لوگ دنیا میں ایمان لانے والوں کا مذاق اڑاتے تھے، جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار کر ان کی طرف اشارہ کرتے تھے، اپنے گھروں کی طرف پلٹتے تو مزہ لیتے ہوئے پلٹتے تھے، اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں، حالانکہ وہ ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ آج ایمان لانے والے کفار پر ہنس رہے ہیں، مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کا حال دیکھ رہے ہیں، مل گیا نا کافروں کو اُن حرکتوں کا ثواب جو وہ کیا کرتے تھے۔

الانفطار

(مکی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۱) وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (۲) وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (۳) وَ
اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (۴) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ (۵) يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ
بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۶) الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ (۷) فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ
رَكَّبَكَ (۸) كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ (۹) وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (۱۰) كِرَامًا
كَاتِبِيْنَ (۱۱) يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (۱۲) اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ (۱۳) وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ
جَحِيْمٍ (۱۴) يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ (۱۵) وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ (۱۶) وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ
الدِّيْنِ (۱۷) ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ (۱۸) يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَ الْاَمْرُ
يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (۱۹)

ترجمہ: جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب قبریں کھول دی جائیں گی، اس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔ اے انسان، کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نِک سُک سے درست کیا، تجھے متناسب بنایا، اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا؟ ہر گز نہیں، بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو، حالانکہ تم پر نگراں مقرر ہیں، ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

یقیناً نیک لوگ مزے میں ہوں گے اور بے شک بدکار لوگ جہنم میں جائیں گے، جزا کے دن وہ اس میں داخل ہوں گے اور اس سے ہرگز غائب نہ ہو سکیں گے۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لیے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا، فیصلہ اُس دن بالکل اللہ کے اختیار میں ہوگا۔

التکویر

(مکی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ (۱) وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ (۲) وَ اِذَا الۡجِبَالُ
سُيِّرَتۡ (۳) وَ اِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ (۴) وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ (۵) وَ اِذَا الۡبِحَارُ
سُجِّرَتۡ (۶) وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ (۷) وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ (۸) بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ
قُتِلَتۡ (۹) وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ (۱۰) وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ (۱۱) وَ اِذَا الۡجَحِيۡمُ
سُعِّرَتۡ (۱۲) وَ اِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ (۱۳) عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ (۱۴) فَلَاۤ اُقۡسِمُ
بِالۡخُنَّسِ (۱۵) الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ (۱۶) وَ الَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ (۱۷) وَ الصُّبۡحِ اِذَا
تَنَفَّسَ (۱۸) اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ (۱۹) ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ (۲۰) مُّطَاعٍ
ثَمَّ اَمِيۡنٍ (۲۱) وَ مَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ (۲۲) وَ لَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ (۲۳) وَ مَا هُوَ
عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ (۲۴) وَ مَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ (۲۵) فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ (۲۶) اِنۡ هُوَ
اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (۲۷) لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ (۲۸) وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ
رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ (۲۹)

ترجمہ: جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، اور تارے بکھر جائیں گے، اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے، اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی، اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیے جائیں گے، اور جب سمندر بھڑکا دئے جائیں گے، اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی، اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے، اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا، اور جب جہنم دہکائی جائے گی، اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی، اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔ پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں پلٹنے اور چھپ جانے والے تاروں کی، اور رات کی جب وہ رخصت

ہوئی اور صبح کی جب کہ اس نے سانس لیا، یہ فی الواقع ایک بزرگ پیغامبر کا قول ہے جو بڑی توانائی رکھتا ہے، عرش والے کے ہاں بلند مرتبہ ہے، وہاں اُس کا حکم مانا جاتا ہے، وہ بااعتماد ہے۔ اور (اے اہل مکّہ) ان تمہارا رفیق مجنوں نہیں ہے۔ اُس نے اُس کا پیغام بر کو روشن کو اُفق پر دیکھا ہے۔ اور وہ غیب (کے اس علم کو لوگوں تک پہنچانے) کے معاملے میں بخیل نہیں ہے۔ پھر تم لوگ کدھر جا رہے ہو؟ یہ تو سارے جہاں والوں کے لیے نصیحت ہے، تم میں ہر اس شخص کے لیے جو راہ راست پر چلنا چاہتا ہو۔ اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ ربّ العالمین نہ چاہے۔

عبس

(مکی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ﴿۱﴾ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ﴿۲﴾ وَ مَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ﴿۳﴾ اَوۡ یَذَّکَّرُ
فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ﴿۵﴾ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ﴿۶﴾ وَ مَا عَلَیۡکَ اَلَّا
یَزَّکّٰی ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ﴿۸﴾ وَ ہُوَ یَخۡشٰی ﴿۹﴾ فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَہّٰی ﴿۱۰﴾ کَلَّاۤ
اِنَّہَا تَذۡکِرَۃٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ﴿۱۲﴾ فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ﴿۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَۃٍ
مُّطَہَّرَۃٍۭ ﴿۱۴﴾ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ﴿۱۵﴾ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَہٗ ﴿۱۷﴾ مِنۡ
اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ ﴿۱۸﴾ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ؕ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَہٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَہٗ
فَاَقۡبَرَہٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَہٗ ﴿۲۲﴾ کَلَّا لَمَّا یَقۡضِ مَاۤ اَمَرَہٗ ﴿۲۳﴾ فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰی
طَعَامِہٖۤ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا
حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضۡبًا ﴿۲۸﴾ وَّ زَیۡتُوۡنًا وَّ نَخۡلًا ﴿۲۹﴾ وَّ حَدَآئِقَ غُلۡبًا ﴿۳۰﴾ وَّ فَاکِہَۃً وَّ
اَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ ﴿۳۳﴾ یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ
اَخِیۡہِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّہٖ وَ اَبِیۡہِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِہٖ وَ بَنِیۡہِ ﴿۳۶﴾ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ یَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ
یُّغۡنِیۡہِ ﴿۳۷﴾ وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَۃٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِکَۃٌ مُّسۡتَبۡشِرَۃٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ عَلَیۡہَا

غَبَرَةٌ (۴۰) تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۴۱) اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (۴۲)

ترجمہ: ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اِس بات پر کہ وہ اندھا اس کے پاس آ گیا۔ تمہیں کیا خبر ،شاید وہ سدھر جائے یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو؟ جو شخص بے پروائی برتتا ہے اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو، حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر اس کی کیا ذمہ داری ہے؟ اور جو خود تمہارے پاس دوڑا آتا ہے اور وہ ڈر رہا ہوتا ہے اس سے تم بے رخی برتتے ہو۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے، جس کا جی چاہے اِسے قبول کرے۔ یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرم ہیں، بلند مرتبہ ہیں ،پاکیزہ ہیں، معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔

لعنت ہے انسانوں پر کیسا سخت منکرِ حق ہے یہ۔ کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے؟ نُطفہ کی ایک بوند سے۔ اللہ نے اسے پیدا کیا، پھر اِس کی تقدیر مقرر کی، پھر اس کے لیے زندگی کی راہ آسان کی۔ پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچایا۔ پھر جب چاہے اسے دوبارہ اٹھا کھڑا کرے۔ ہرگز نہیں اِس نے وہ فرض ادا نہیں کیا جس کا اللہ نے اسے حکم دیا تھا۔ پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے ہم نے خوب پانی لُنڈھایا، پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا، پھر اس کے اندر اگائے غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے تمہارے لیے اور تمہارے موشیوں کے لیے سامان زیست کے طور پر۔ آخرکار جب کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہوگی۔ اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آئے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔ کچھ چہرے اُس روز دمک رہے ہوں گے ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے۔ اور کچھ چہروں پر اس روز خاک اُڑ رہی ہوگی اور کلونس چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی کافر اور فاجر لوگ ہوں گے۔

النازعات

(مکی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ النّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ
سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۙ﴿۶﴾ تَتۡبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوۡبٌ
یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۙ﴿۸﴾ اَبۡصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۘ﴿۹﴾ یَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَۃِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا
کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوۡا تِلۡکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ۘ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ
وَّاحِدَۃٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا ہُمۡ بِالسَّاہِرَۃِ ؕ﴿۱۴﴾ ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ۘ﴿۱۵﴾ اِذۡ نَادٰىہُ رَبُّہٗ بِالۡوَادِ
الۡمُقَدَّسِ طُوًی ۚ﴿۱۶﴾ اِذۡہَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّہٗ طَغٰی ۫ۖ﴿۱۷﴾ فَقُلۡ ہَلۡ لَّکَ اِلٰۤی اَنۡ
تَزَکّٰی ۙ﴿۱۸﴾ وَ اَہۡدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخۡشٰی ۚ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىہُ الۡاٰیَۃَ الۡکُبۡرٰی ۫ۖ﴿۲۰﴾ فَکَذَّبَ وَ
عَصٰی ۫ۖ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدۡبَرَ یَسۡعٰی ۫ۖ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰی ۫ۖ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی ۫ۖ﴿۲۴﴾
فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الۡاٰخِرَۃِ وَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ؕ٪﴿۲۶﴾ ءَاَنۡتُمۡ
اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰہَا ۟ۚ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمۡکَہَا فَسَوّٰىہَا ۙ﴿۲۸﴾ وَ اَغۡطَشَ لَیۡلَہَا وَ اَخۡرَجَ
ضُحٰہَا ۪﴿۲۹﴾ وَ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِکَ دَحٰىہَا ؕ﴿۳۰﴾ اَخۡرَجَ مِنۡہَا مَآءَہَا وَ مَرۡعٰہَا ۪﴿۳۱﴾ وَ
الۡجِبَالَ اَرۡسٰہَا ۙ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ ؕ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الۡکُبۡرٰی ۫ۖ﴿۳۴﴾
یَوۡمَ یَتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰی ۙ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِمَنۡ یَّرٰی ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ
طَغٰی ۙ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ۙ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ؕ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنۡ خَافَ
مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ۙ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ؕ﴿۴۱﴾ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ
السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرۡسٰہَا ؕ﴿۴۲﴾ فِیۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِکۡرٰىہَا ؕ﴿۴۳﴾ اِلٰی رَبِّکَ مُنۡتَہٰىہَا ؕ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ
مُنۡذِرُ مَنۡ یَّخۡشٰىہَا ؕ﴿۴۵﴾ کَاَنَّہُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَہَا لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوۡ ضُحٰہَا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو ڈوب کر کھینچتے ہیں، اور آہستگی سے نکال لے جاتے ہیں ، اور (ان فرشتوں کی جو کائنات میں) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں، پھر (حکم بجالانے میں) سبقت کرتے ہیں، پھر (احکام الٰہی کے مطابق) معاملات کا انظام چلاتے ہیں۔ جس روز ہلا مارے گا زلزلے کا جھٹکا اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑے گا، کچھ دل ہوں گے جو اس روز خوف سے کانپ رہے ہوں گے، نگاہیں اس کی سہمی ہوئی ہوں گی۔

یہ لوگ کہتے ہیں، کیا واقعی ہم پلٹا کر پھر واپس لائے جائیں گے؟ کیا ہم جب کھوکھلی بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہوں گے؟ کہنے لگے ''یہ واپسی تو بڑے گھاٹے کی ہوگی''! حالانکہ یہ بس اتنا کام ہے کہ ایک زور کی ڈانٹ پڑے گی اور یکا یک کھلے میدان میں موجود ہوں گے۔

کیا تمہیں موسیٰ علیہ السلام کے قصے کی خبر پہنچی ہے؟ جب اس کے رب نے اُسے طُویٰ کی مقدس وادی میں پکارا تھا۔ کہ ''فرعون کے پاس جا، وہ سرکش ہو گیا ہے، اور اس سے کہہ، کیا تو اِس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تو (اُس کا) خوف تیرے اندر پیدا ہو'' پھر موسیٰ علیہ السلام نے (فرعون کے پاس جا کر) اُس کو بڑی نشانی دکھائی، مگر اس نے جھٹلا دیا اور نہ مانا، پھر چالبازیاں کرنے کے لیے پلٹا اور لوگوں کو جمع کر کے اس نے پکار کر کہا ''میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں''۔ آخر کار اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ درحقیقت اِس میں بڑی عبرت ہے ہر اس شخص کے لیے جو ڈرے۔ کیا تم لوگوں کی تخلیق زیادہ سخت کام ہے یا آسمان کی؟ اللہ نے اُس کو بنایا، اس کی چھت خوب اونچی اٹھائی پھر اس کا توازن قائم کیا، اور اس کی رات ڈھانکی اور اس کا دن نکالا۔ اس کے بعد زمین کو اس نے بچھایا، اس کے اندر اس کا پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑ اس میں گاڑ دئے سامان زیست کے طور پر تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے۔ پھر جب وہ ہنگامہ عظیم برپا ہوگا، جس روز انسان اپنا سب کیا دھرا یاد کرے گا، ہر دیکھنے والے کے سامنے دوزخ کھول کر رکھ دی جائے گی، تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی، دوزخ ہی اس کا ٹھکانا

ہوگی۔اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ ''آخر وہ گھڑی کب آکر ٹھیرے گی''؟ تمہارا کیا کام کہ اس وقت کا بتاؤ۔اس کا علم تو اللہ پر ختم ہے۔تم صرف خبردار کرنے والے ہو ہر اس شخص کو جو اس کا خوف کرے۔جس روز یہ لوگ اسے دیکھ لیں گے تو انہیں یہ محسوس ہوگا کہ (یہ حالت موت میں) بس ایک دن پچھلے پہر یا اگلے پہر تک ٹھیرے ہیں۔

النبا

(مکی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ (۱) عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ (۲) الَّذِیْ ھُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ (۳) کَلَّا
سَیَعْلَمُوْنَ (۴) ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ (۵) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰدًا (۶) وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا (۷) وَّ
خَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا (۸) وَّ جَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا (۹) وَّ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا (۱۰) وَّ جَعَلْنَا النَّھَارَ
مَعَاشًا (۱۱) وَّ بَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا (۱۲) وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّھَّاجًا (۱۳) وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ
الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا (۱۴) لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا (۱۵) وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا (۱۶) اِنَّ یَوْمَ
الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا (۱۷) یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا (۱۸) وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ
فَکَانَتْ اَبْوَابًا (۱۹) وَّ سُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا (۲۰) اِنَّ جَھَنَّمَ کَانَتْ
مِرْصَادًا (۲۱) لِّلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا (۲۲) لّٰبِثِیْنَ فِیْھَآ اَحْقَابًا (۲۳) لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْھَا بَرْدًا وَّ لَا
شَرَابًا (۲۴) اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا (۲۵) جَزَآءً وِّفَاقًا (۲۶) اِنَّھُمْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ
حِسَابًا (۲۷) وَّ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کِذَّابًا (۲۸) وَ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ کِتَابًا (۲۹) فَذُوْقُوْا فَلَنْ
نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا (۳۰) اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا (۳۱) حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا (۳۲) وَّ کَوَاعِبَ
اَتْرَابًا (۳۳) وَّ کَاْسًا دِھَاقًا (۳۴) لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْھَا لَغْوًا وَّ لَا کِذّٰبًا (۳۵) جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ

عَطَآءً حِسَابًا (٣٦) رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ
خِطَابًا (٣٧) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ
قَالَ صَوَابًا (٣٨) ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا (٣٩) اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ
عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا (٤٠)

ترجمہ: یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ کیا اس بڑی خبر کے بارے میں جس کے متعلق یہ مختلف چہ میگوئیاں کرنے میں لگے ہوئے ہیں؟ ہرگز نہیں، عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔ ہاں، ہرگز نہیں عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا، اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا، اور تمہیں (مردوں اور عورتوں کے) جوڑے کی شکل میں پیدا کیا، اور تمہاری نیند کو باعث سکون بنایا، اور رات کو پردہ پوش اور دن کو معاش کا وقت بنایا، اور تمہارے اوپر سات مظبوط آسمان قائم کیے تا کہ، اور ایک نہایت روشن اور گرم چراغ پیدا کیا، اور بادلوں سے لگا تار بارش برسائی تا کہ اس کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گھنے باغ اگائیں۔

بے شک فیصلے کا ایک مقرر وقت ہے، جس روز صور میں پھونک ماردی جائے گی، تم فوج در فوج نکل آ ؤ گے۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا حتی کہ وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا، اور پہاڑ چلائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے۔

درحقیقت جہنم ایک گھات ہے، سرکشوں کا ٹھکانہ، جس میں مدتوں پڑے رہیں گے، اس کے اندر کسی ٹھنڈک اور پینے کے قابل کسی چیز کا مزہ نہ چکھیں گے، کچھ ملے تو بس گرم پانی اور زخموں کا دھوون ،(اُن کے کرتوتوں) کا بھرپور بدلہ۔ وہ کسی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو انھوں نے جھٹلا دیا تھا، اور

حال یہ تھا کہ ہم نے ہر چیز گن گن کر لکھ رکھی تھی۔ اب چکھو مزہ، ہم تمہارے لیے عذاب کے سوا کسی چیز میں ہرگز اضافہ نہ کریں گے۔

یقیناً متقیوں کے لیے کامرانی کا ایک مقام ہے، باغ اور انگور، اور نوخیز ہم سن لڑکیاں، اور چھلکتے

ہوئے جام۔ وہاں کوئی لغو اور جھوٹی بات وہ نہ سنیں گے۔ جزاء اور کافی انعام تمہارے رب کی طرف سے ،اُس نہایت مہربان خدا کی طرف سے جو زمین اور آسمان کا اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے جس کے سامنے کسی کو بولنے کا یارا نہیں۔

جس روز روح اور ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی نہ بولے گا سوائے اس کے جسے رحمٰن اجازت دے اور جو ٹھیک بات کہے۔ وہ دن برحق ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف پلٹنے کا راستہ اختیار کرلے۔

ہم نے تم لوگوں کو اُس عذاب سے ڈرایا ہے جو قریب آ لگا ہے۔ جس روز آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، اور کافر پکار اٹھے گا کاش میں خاک ہوتا۔

مشق

(الف) جواب دیجئے۔

۱۔ اللہ نے کس کو کوڑا کرکٹ بنا دیا ہے؟
۲۔ سورہ اعلی کے مطابق فلاح پانے والے کی کیا کیا خوبیاں بیان کی گئی ہیں؟
۳۔ سورہ طارق میں اللہ نے کن چیزوں کی قسم کھائی ہے؟
۴۔ سورہ بروج کے مطابق کن لوگوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے؟
۵۔ جنت کے مستحق کون لوگ ہیں؟
۶۔ انسان کس طرح سے اپنے رب کی جانب چلا جا رہا ہے؟
۷۔ کن کن لوگوں سے ہلکا حساب لیا جائے گا؟
۸۔ ڈنڈی مارنے والوں کے لیے کیوں تباہی ہے؟
۹۔ کون کون سے لوگ قیامت کے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے؟
۱۰۔ سورہ مطففین کے مطابق نیک لوگوں کے لیے کون کون سے مزے ہوں گے؟

۱۱۔ جب آسمان پھٹ جائے گا اور تارے بکھر جائیں گے تو کیا ہوگا؟

۱۲۔ ''ترش رو ہوا اور بے رخی برتی'' یہ کس کے لیے اللہ نے کہا ہے؟

۱۳۔ سورہ عبس کے مطابق اللہ نے انسانوں کے خوراک کے لیے کتنے مرحلوں کا ذکر کیا ہے؟

۱۴۔ سورہ نازعات میں اللہ نے فرشتوں کی کن خوبیوں کا ذکر کیا ہے؟

۱۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے کس بادشاہ کی جانب بھیجا تھا؟

۱۶۔ کون پکارے گا ''کاش میں خاک ہوتا''؟

(ج) درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے۔

اَلْف ....

اِقْرَاْ ....

التِّیْن ....

وِزْر ....

الضُّحٰی ....

مَصْفُوفَةٌ ....

الْعَقَبَةَ ....

الْغَاشِيَةِ ....

(د) ہم قرآن کی سورتوں کو ترجمہ کے ساتھ کیوں پڑھتے ہیں؟

ہدایات:۔ اساتذہ کرام بچوں کو تمام سورتیں تجوید کے ساتھ پڑھائیں اور تمام سورتوں کو زبانی یاد کروائیں۔ گاہے بگاہے کلاس میں بلند آواز کے ساتھ قرأت کروائیں۔ تاکہ ان کے اندر حوصلہ پیدا ہو اور دوسرے بچے بھی اچھی طرح سے قرأت کرنا سیکھ لیں۔